anjumhasnain2008@yahoo.com

حضرتِ امام رضا علیہ السلام

اور

مشہدِ مقدّس

تألیف

نثار احمد زینپوری

انصاریان پبلیکیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۳۷۱۸۵-۱۸۷

قم جمہوری اسلامی ایران

ٹیلی فون نمبر ۷۴۱۷۴۴

نام کتاب: ــــــــــ حضرت امام رضاؑ اور مشہد مقدس

تألیف: ــــــــــ نثار احمد زینپوری

ناشر: ــــــــــ انصاریان پبلیکیشنز

خطاطی: ــــــــــ قلبی حسین رضوی کشمیری

سال طبع: ــــــــــ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۶ھ

چھاپخانہ: ــــــــــ

تعداد: ــــــــــ ۲۰۰۰

فہرست

anjumhasnain2008@yahoo.com

فصل دوم

فصلِ سوم

فصل چہارم

فصل پنجم

مقدّمہ

لائق صد شکر و امتنان ہے یہ بات کہ اب ایسی منحوس و استبدادی حکومتوں کا دور اقتدار کالعدم ہے کہ جن کے زمانۂ حکومت میں ائمۂ معصومینؑ کے فضائل کو اسی طرح سینوں میں محفوظ و مخفی رکھا جاتا تھا جس طرح ڈاکوؤں کے خوف سے قیمتی اشیاء کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی نے کوئی فضیلت بیان کردی تو اس کی زبان گدی سے کھینچ لی گئی یا تختہ دار پر چڑھادیا گیا ظاہر ہے ایسے استبدادی دور میں ائمہ اثناء عشر کے سلسلے میں کسی کتاب کی تالیف نہیں کی جاسکتی تھی۔

بحمد اللہ آج ہر منصف مزاج عالم و مصنّف، خواہ وہ شیعہ ہو یا سنّی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، ہر ایک ذوات مقدسہ کے بارے میں اپنے تاثرات و خیالات کا اظہار کرسکتا ہے اور کر رہا ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں ائمہؑ کے سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں ہیں اور آج بھی لکھی جارہی ہیں۔ لیکن چونکہ ائمہ کی ذات ہر کمال کا محور ہے اس لئے کوئی مؤلف و مصنف بھی ان کی حیات کے تمام پہلوؤں کو روشن کرنے سے عاجز ہے اور چونکہ خالق کے بعد وہ لامحدود کمالات کے حامل ہیں اس لئے یہ کام بجائے خود حوصلہ شکن اور ناممکن ہے لہٰذا ہر صاحب قلم معصومینؑ کی حیات طیبہ کے ان ہی پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے جو کہ بزعم خود اس کی دسترس میں

ہو۔ ایک ان کی سیاسی زندگی پر خامہ فرسائی کرتا ہے دوسرا ان کے علمی تبحر اور انسانی اقدار پر قلم اٹھاتا ہے اور کوئی ان کے حکومتی نظریہ پر تحقیق کرتا ہے تو دوسرا اخلاقی زندگی کو پیش کرتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام بھی ائمہ معصومین ہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ آپؑ کے بارے میں بھی بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں ہر مؤلف اپنی بضاعت کے تحت آپ کی زندگی کے مختصر پہلوؤں پر ہی داد تحقیق دیتا ہے جس نے سیاسی حیات پر روشنی ڈالی ہے اس نے آپ کے علمی تبحر اور بحث و مناظرہ اور حفظان صحت سے متعلق نظریات کو نظر انداز کیا اور جس نے تاریخی آئینہ میں آپؑ کی زندگی کو دیکھا اس نے سیاسی پہلوؤں سے چشم پوشی کی اور جس نے ان دونوں کو پیش کیا وہ حیات بعد از موت کے حالات یعنی ضریح مقدس کے کرامات، مریضوں کی شفایابی، نیازمندوں کی پوری ہونے والی حاجتوں کو بیان نہ کر سکا۔ میری نظر میں اس موضوع پر جامع ترین کتاب جناب عماد زادہ کی تالیف ہے لیکن وہ بھی کچھ چیزوں سے تہی دامن نظر آتی ہے۔

زیر نظر کتاب کی تالیف میں ہم نے آپؑ کے سلسلے میں لکھی جانے والی سیاسی، اخلاقی و سماجی اور تاریخی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور آپکی حیات طیبہ کے بیشتر پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے آخر میں ان کتابوں کے نام درج کر دیئے ہیں جن سے زیادہ مدد لی گئی ہے۔

اس بات کا ہمیں قطعی دعویٰ نہیں ہے کہ یہ کتاب تحقیق کا خزانہ ہے اور تجزیاتی و تحلیلی کتاب ہے، البتہ ایسی چیزوں سے بالکل خالی بھی نہیں ہے۔ صاحبان نظر کی تحقیق سے گذارش ہے کہ ہماری راہنمائی میں دریغ نہ فرمائیں۔

ہم سے جو معلومات باہم پہونچ سکیں وہ قارئین، زائرین اور نوجوانوں کے لئے کتاب کی صورت میں پیش کر دی۔ واضح رہے یہ کسی عام انسان کی سوانح حیات نہیں ہے کہ جس کی تحقیق آسان ہوتی بلکہ معصوم منصوص من اللہ قدسیہ پناہ ذات امام رضاؑ کی سوانح حیات ہے کہ جس کے تمام گوشوں کو پیش کرنا ممکن نہیں ہے ــ جو کچھ ہے اسے اپنے امامؑ کی نذر کرتا ہوں ہر چند ناچیز کوشش ہے لیکن ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نثار احمد زینپوری

فصل اوّل

سوانح حیات

ولادت

مذہب شیعہ اثنا عشری کے سلسلۂ امامت کے آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے ۱۱، ذی قعدہ سنہ ۱۴۸ھ ق کو اور ایک قول کے مطابق ۳، ذی قعدہ بروز جمعہ سنہ ۱۴۸ھ ق کو مدینۂ منوّرہ میں ولادت پائی۔

آپ کا نام علی رکھا گیا اور مشہور ترین لقب رضا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لقب ان کو مامون رشید نے دیا ہے۔ ابن بابویہ نے بزنطی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

"آپ کے مخالفین میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار کو مامون رشید نے رضا کا لقب دیا تھا!"

امام محمدؑ تقی علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ اس لقب سے آپ کو خدائے تعالیٰ نے ملقب کیا ہے۔ کیونکہ آپ خدا کے محبوب و پسندیدہ تھے اور روئے زمین پر رسولؐ خدا اور ائمہ علیہم السلام نے انھیں امامت کے لئے منتخب کیا تھا۔"

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا:

"کیا آپ کے آباء و اجداد خدا کے برگزیدہ اور محبوب
نہیں تھے ؟

فرمایا :
"بے شک محبوب و برگزیدہ تھے ۔" میں نے دریافت کیا :
"تو ان سب کے درمیان آپ کے والد ہی کو اس لقب سے
کیوں سرفراز کیا گیا ؟

فرمایا :
"دوست و دشمن سب ہی آپ کو پسند کرتے تھے اور آپ
پر سب کا اتفاق تھا اسی لئے آپ کو رضا کا لقب دیا
گیا ہے ۔"
سلیمان بن حفص نے روایت کی ہے کہ :
"حضرت امام موسیٰ کاظم نے آپ کو رضا کے لقب سے
ملقب کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے بیٹے کو رضا کے نام
سے پکارا کرو ۔"
مطالب السئول میں محمد بن طلحہ شافعی نے لکھا ہے کہ :
"آپ کا اسم گرامی رضا ہے اور آپ سلسلۂ ائمہ کے
تیسرے علی ہیں ۔ پہلے امیرالمؤمنینؑ ، دوسرے علی بن الحسینؑ
زین العابدینؑ ہیں ۔ آپ کے دیگر القاب : صابر ، فاضل ،
قرۃ العین المومنین ، غیظ الملحدین ، رضی ، وفی ، صادق ہیں ۔

والد ماجد

سلسلۂ ائمہ اثنا عشر کے ساتویں امام حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ آپؑ کے والد ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۷، صفر المظفر سنہ ۱۲۸ ھ ق کو ابواء میں پیدا ہوئے۔ عمر عزیز کے بیس سال چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سایۂ عاطفت میں گزرے، والد کی زندگی کے نشیب و فراز سے سبق لیتے اور اکثر امور میں باپ کی معاونت کرتے تھے۔ علم و دانش کے اس درجہ پر فائز تھے کہ جس پر رسولؐ و امامؑ کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اخلاقی فضائل اور نمایاں صفات کی بنا پر ہر شخص کی زبان پر آپؑ کا نام تھا۔ آپؑ کی عظمت سے باخبر لوگ آپؑ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ آپؑ کے علم و کمالات اور اخلاق کے سلسلہ میں اہل تشیع و اہل تسنن کے بڑے بڑے علماء رطب اللسان ہیں۔

۲۰، شوال سنہ ۱۷۹ ھ ق کو مسجد نبوی سے ہارون رشید نے حالت نماز میں اسیر کرایا۔ کئی سال تک بصرہ کے قید خانہ میں اور عرصہ تک بغداد کے جیل خانہ میں رکھا۔ بعض مورخین نے آپؑ کی اسیری کا زمانہ سات اور بعض نے گیارہ سال تحریر کیا ہے۔ آخر کار ۲۵، رجب سنہ ۱۸۳ ھ ق کو ہارون رشید نے زہر جفا دے کر شہید کر دیا۔ قریش کے مقابر میں دفن ہوئے۔ یہ جگہ بعد میں کاظمین کے نام سے مشہور ہوئی۔

مادر گرامی

مورخین نے امام رضا علیہ السلام کی والدہ کے متعدد نام لکھے ہیں جو کہ عبارت ہیں: تکتم ، نجمہ ، مسکن ، سمانہ ، ام البنین ، خیزران ، صقر اور شقرے ۔

آپ ام ولد تھیں ، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی والدہ حضرت حمیدؒ خاتون نے خرید کی تھی ۔ آپ عقل و دین اور حیا میں یکتائے زمانہ تھیں ، اپنی خاتون حمیدہ کی بہت تعظیم کرتی تھیں ان کے سامنے بیٹھتی بھی نہیں تھیں ۔ ایک روز جناب حمیدہ نے اپنے نور نظر امام موسیٰ کاظمؑ سے فرمایا:

"بیٹے ! میں نے اخلاق و زیرکی میں تکتم سے بہتر کوئی کنیز نہیں دیکھی ہے ۔ ان سے پیدا ہونے والی اولاد پاک و مطہر ہوگی ۔ اسے میں نے آپ کو عطا کیا" ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمیدہ سے خواب میں فرمایا:

"نجمہ کو میرے بیٹے موسیٰؑ کو ہبہ کردو کہ اس سے بہترین خلائق بچہ پیدا ہوگا" ۔

جناب حمیدہ فرماتی ہیں :

"میں نے ہبہ کر دیا اور جب امام رضاؑ پیدا ہوئے تو ان کا نام طاہر رکھا۔ آپ کی عبادت و طہارت کی یہ کیفیت تھی کہ جب دودھ پلانے کی وجہ سے آپ کی نافلہ نمازیں چھوٹنے لگیں تو آپ نے ایک دودھ پلانے والی کی درخواست کی۔ پوچھا گیا، کیا دودھ کم ہوتا ہے۔ فرمایا: میں جھوٹ نہیں بول سکتی، دودھ کم نہیں ہوتا ہے لیکن دودھ پلانے سے میری نافلہ نمازوں اور دعاؤں میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ اس لئے ایک معاون چاہتی ہوں کہ جس سے میں دعاؤں اور نافلہ نمازوں کا سلسلہ جاری رکھ سکوں[1]۔"

عہد طفولیت

امام رضا علیہ السلام نے بچپنے اور جوانی کا زمانہ مہبط وحی مدینہ میں اپنے والد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شفقتوں کے سایہ میں گزارا اور براہ راست اپنے پدر بزرگوار سے اسرار امامت کی تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ منصب الٰہی — امامت — کو اختیار میں لینے کی استعداد سب پر عیاں ہوگئی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی بارہا اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ:

"میرے بعد میرا بیٹا رضا میرا جانشین و امام ہے۔"

[1] عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۲، ۱۳ - الدمعۃ الساکبۃ

۳۵ سال آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ گزارے ، اس زمانہ میں اسلامی
اسلامی مملکت کی حکومت ہارون رشید کے ہاتھ میں تھی ، ہارون ساتویں امامؑ پر سخت
نگاہ رکھتا تھا ، جس کی وجہ سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید خانہ میں اور کبھی
جلاوطنی میں زندگی بسر کرنا پڑتی تھی ۔ والد گرامی پر گزرنے والے حالات سے
امام رضا علیہ السلام پر منفی اثر پڑتا تھا ۔ پدر بزرگوار کی اسیری کے زمانہ میں امام
رضا علیہ السلام اپنے رنج وغم کا اظہار بھی نہیں کر سکتے تھے ، کسی سے اپنا دردِ
دل بیان نہیں کر سکتے تھے ۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ آل ابو طالب اور عزیز کس طرح
شہید کئے جا رہے ہیں ، کیسی دربدری کی زندگی ہے ۔ ان حالات سے امامؑ کے
دل کو سخت صدمہ پہنچتا تھا دوسری طرف آپ کے والد کے چاہنے والے
شک وشبہ میں مبتلا تھے ، لوگوں کو گمراہ کرنے میں بنی عباس کی حکومت
کے گماشتے مشغول تھے جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تحریک کو ذاتی اغراض
پر مبنی قرار دیکر لوگوں کو آپ سے منحرف کرنا چاہتے تھے ، امام رضا علیہ السلام
ان نیرنگیوں کو دیکھ رہے تھے لیکن سکوت کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ تھا ،
گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگوں کی کھلم کھلا ہدایت نہیں کر سکتے تھے ۔ اس پر آشوب
زمانہ میں کہ جس میں ساتویں امام حضرت موسیٰ بن جعفر قید میں تھے اور آپ پر
گزرنے والی مصیبتوں کی کسی کو اطلاع نہیں تھی اور خاندان موسیٰ بن جعفرؑ
کسی طرح محفوظ نہیں تھا اس وقت امام رضا علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کے
کہنے کے مطابق دھلیز پر استراحت فرماتے تھے ۔ خادم کہتا ہے کہ میں ہر شب
دھلیز پر آپ کا بستر لگا دیتا تھا ، آپ صبح تک وہیں استراحت فرماتے

اور پھر گھر کے اندر تشریف لے جاتے تھے ، اسی طرح چار سال گزر گئے ۔ اتفاقاً ایک شب آپ تشریف نہ لائے جب صبح نمودار ہوگئی تو آپ ام احمد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا : میرے والد نے جو امانت تمہیں دی تھی وہ مجھے دیدو۔

ام احمد یہ بات سن کر رونے لگی اور گریبان چاک کر کے کہا : خدا کی قسم میرے سید و سردار نے قضا کی امام نے اسے تسلی دی اور آہ و زاری سے منع کیا اور فرمایا کہ جب تک بابا کی وفات کا سرکاری طور پر اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک تم کسی سے اس بات کا ذکر نہ کرنا۔

اس رات کے بعد سے امام رضاؑ نے درِ خانہ پر آرام نہیں فرمایا ۔ چند روز کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو اس راز کا انکشاف ہوا کہ جس رات کو امام نے دھلیز پر استراحت نہیں کی تھی اسی شب باپ کے جنازہ کی تشییع کے لئے بغداد تشریف لے گئے تھے ۔

دوسری طرف امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے وہ خائن وکیل جو آپ کی طویل زمانۂ اسیری کے درمیان حق امام جمع کر رہے تھے ۔ انہوں نے جمع شدہ مال کو ہڑپ کر لینے کی خاطر یہ افواہ پھیلانا شروع کر دی تھی کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے شہادت نہیں پائی ہے ، زندہ ہیں ، کیونکہ ہارون رشید کے گھر میں داخل ہوئے لیکن وہاں سے برآمد نہیں ہوئے ، وہ پردۂ غیبت میں چلے گئے ہیں ، وہی مہدی ہیں ، ان پر امامت کا سلسلہ موقوف ہو گیا ہے ۔ ایک گروہ ان لوگوں کی باتوں میں آگیا اور ایک نئے فرقہ (واقفہ) کو وجود مل گیا ۔

امامت پر نص

تمام ائمہؑ کی امامت کی طرح آپ کی امامت کا تعین بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعیین و تصریح اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وضاحت سے ہوا۔ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنی شہادت سے قبل ہی لوگوں کے درمیان امام رضا علیہ السلام کا تعارف اس حیثیت سے کرایا تھا کہ میرے بعد یہ حجّت خدا اور میرے جانشین ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ دین و دنیا کے مسائل کے سلسلہ میں ان ہی سے رجوع کریں۔

یزید سلیط نقل کرتے ہیں کہ:

"میں عمرہ بجالانے کے لئے مکہ معظمہ جارہا تھا، راستہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی تو میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے اپنے بعد ہونے والے امام سے متعارف کرائیے۔ امامؑ نے موضوع امامت کی مختصر وضاحت کے بعد فرمایا: پیغمبرؐ کی طرح امام کو بھی خدا ہی منتخب کرتا ہے۔ میرے بعد میرا بیٹا علی بن موسی (علیہ السلام)، امام ہے جو کہ علیؑ اور علی بن الحسین (علیہما السلام) کے ہم نام ہے۔"

داؤد رقی کہتے ہیں:

"میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی:

میں آپ پر قربان، میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھے آگ سے نجات دیجئے اور بتائیے کہ آپ کے بعد ہمارے امام کون ہیں؟ آپ نے اپنے بیٹے ابوالحسن رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: میرے بعد یہ تمہارے امام ہیں۔"

نعیم قابوسی کہتے ہیں:

"امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: میرے بڑے بیٹے علیؑ مجھے بہت عزیز ہیں، وہ میرے ساتھ جفر دیکھتے ہیں جبکہ پیغمبرؐ یا وصی کے علاوہ کوئی جفر نہیں دیکھتا ہے۔"

علی بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

"ہم تقریباً ساٹھ آدمی قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے بیٹے علیؑ کی انگلی پکڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: مجھے جانتے ہو؟

ہم نے عرض کی: آپ ہمارے امام ہیں۔

میرا نام و نسب بھی بتاؤ؟

ہم نے عرض کی: آپ موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ ہیں۔

فرمایا: میرے ہمراہ یہ کون ہے؟

ہم نے عرض کی: یہ علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔

فرمایا: گواہ رہنا یہ میری حیات میں میرے وکیل اور میرے بعد

میرے وصی ہیں۔"

شیخ صدوقؒ نے عیون اخبار الرضاؑ میں امام رضا علیہ السلام کی امامت پر نص کے سلسلہ میں ۲۷ حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے بیٹے علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"یہ میرے وصی اور قائم مقام ہیں، میرے خلیفہ ہیں۔ پس اگر کسی کا مجھ پر قرض ہے تو وہ ان سے لے سکتا ہے۔"

شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب "ارشاد" میں روایت کی ہے کہ زیاد ابن مروان نے کہا:

"میں ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔ آپ کے فرزند رضاؑ بھی موجود تھے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اے زیاد! یہ میرا بیٹا ہے۔ انکی تحریر میری تحریر ہے۔ ان کا کلام میرا کلام ہے، ان کا پیغام رساں میرا پیغام رساں ہے...."

خود امام علی بن موسیٰ علیہ السلام نے امامت کے شرائط اور علامات بیان کئے ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ جس شخص میں یہ علامات اور شرائط پائے جائیں وہ منصوص من اللہ معصوم امام ہے:

"۱۔ سب سے بڑا عالم۔

۲۔ پرہیزگار۔

۳۔ باحکمت۔

۴۔ سب سے زیادہ بردبار۔

۵۔ شجاع و دلیر۔

۶۔ سب سے بڑا سخی۔

۷۔ سب سے بڑا عابد۔

۸۔ پیدائشی مختون یعنی ختنہ شدہ

۹۔ طیب و طاہر۔

۱۰۔ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہو جیسے سامنے سے

۱۱۔ سایہ نہ ہو۔

۱۲۔ سدا بیدار رہتا ہو۔

۱۳۔ غیبی آواز سنتا ہو۔

۱۴۔ شیطانی خواب نہ دیکھتا ہو۔

۱۵۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ اس کے بدن پر فٹ آتی ہو۔

۱۶۔ دوسروں سے پہلے خود عمل کرتا ہو۔

۱۷۔ لوگوں پر ان کے باپ سے زیادہ مہربان ہو، اس کی دعا مستجاب ہوتی ہو۔

۱۸۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ اس کے پاس ہو۔"

یہ تمام شرائط ائمہ اثنا عشر میں موجود تھے اور امام زمانہ (عج) جب ظہور

فرمائیں گے ان میں یہ علامات موجود ہونگی۔

امام رضا علیہ السلام کی امامت کا زمانہ بیس برسوں پر محیط ہے۔ دس سال ہارون رشید کی حکومت کے آخری زمانہ میں گزرے اور پانچ سال امین، بن ہارون رشید کے زمانۂ حکومت میں بسر ہوئے اور آخری عمر کے پانچ سال مامون رشید کے دور اقتدار میں گزرے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ نے اپنی امامت وقیادت کا اعلان کیا اور لوگوں کو اپنی امامت کی طرف دعوت دی اور اس سلسلہ میں ہارون رشید کے ظلم وستم سے قطعی ہراساں نہ ہوئے۔

محمد بن سنان کہتے ہیں:

"ہارون کے دور اقتدار میں ایک روز میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: آپ نے اپنی امامت کو مشہور کر دیا ہے اور اپنے والد کی جگہ متمکن ہو گئے ہیں، جبکہ ہارون خونخوار ہے!

امام نے فرمایا: مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جملہ نے بے باک بنا دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ: اگر ابوجہل میرا ایک بال بھی کم کر دے تو گواہ رہنا کہ میں پیغمبر نہیں ہوں۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اور میں کہتا ہوں کہ اگر ہارون میرا ایک بال بھی کم کر دے تو گواہ رہنا کہ میں امام نہیں ہوں

نیز فرمایا کہ: ہارون کو اتنی فرصت ہی نہیں ملے گی کہ وہ امام کے لئے خطرہ بن سکے۔

امام رضا علیہ السلام پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد سے مدینہ میں نشر علوم اور عبادت وطاعت پروردگار میں مشغول رہے۔ شیعہ آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے اور حلال وحرام کے احکام دریافت کرتے تھے۔ بظاہر ہارون نے بھی کوئی رخنہ ایجاد نہیں کیا تھا۔ شاید ہارون نے امام رضا علیہ السلام پر اس لئے زیادہ سختیاں نہیں کی تھیں۔ علویوں اور شیعوں کے علاوہ خیر اندیش مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت میں ہارون رشید کا ہاتھ تھا، اب اگر وہ امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھتا جو کہ آپؑ کے پدر بزرگوار کے ساتھ روا رکھا تھا تو شورش بپا ہونے کا خطرہ تھا۔ اور کچھ شہروں میں بغاوت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا خصوصاً مشرقی ایران میں شورشیں برپا ہو گئی تھیں اور فوج وپولیس کے افسر اپنی تمام بربریت کے باوجود شورشوں کو کچلنے میں ناکام رہے تھے۔ حالات قابو سے باہر ہوتے جارہے تھے کہ ایک روز ہارون نے اپنے وزیر دل اور صلاح کاروں سے مشورہ کیا تو سب نے یہی کہا کہ: آپ خود ہی جائیں تو ممکن ہے شورش کا سیلاب رک جائے ورنہ اس کی منھ زوریاں بڑھتی ہی جائیں گی۔ ہارون عازم ایران ہوا۔ مامون کا مربّی بڑا ہی ذہین تھا۔ وہ امین، زبیدہ، بنی ہاشم اور بنی عباس کے افکار کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اسکی نظروں میں مستقبل کا یہ نقشہ گردش کر رہا تھا کہ ہارون کے بعد مامون کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ لہٰذا اس نے مامون سے کہا کہ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ خراسان چلے جائیں، اسی میں بہتری ہے۔ ہارون پہلے تو مامون کو

اپنے ساتھ لے جانے پر راضی نہیں تھا لیکن جب مامون نے اپنے مربی کی پڑھائی ہوئی باتیں ہارون کے گوش گزار کیں تو اس نے امین کو بغداد میں چھوڑا اور خود مامون کو ساتھ لے کر ایران چلا گیا۔ وہاں جاکر سازشوں کو کچل دیا لیکن وہ اس سفر میں بیمار ہو گیا۔ دوبارہ بغداد لوٹنا نصیب نہ ہوا۔ ۱۸۳ھ حق کو طوس میں لقمۂ اجل بن گیا اور اس طرح اسلام و مسلمین کو اس کے وجود سے امان مل گئی۔

امین و مامون

امین و مامون دونوں ہی بادشاہ وقت ہارون رشید کے چشم و چراغ تھے اور ایک ہی مکتب کے تعلیم یافتہ تھے۔ امین نکاحی بیوی زبیدہ سے اور مامون ایک ایرانی کنیز سے تھا۔ مامون کا پلہ اس لحاظ سے تو ہلکا تھا لیکن علم و دانائی، عقل و فراست اور ہوشیاری و زیرکی میں امین سے کہیں بہتر تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپنے ہی سے مامون کی ذہانت نے معلّم و ہارون کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ایک مرتبہ ہارون نے معلّم سے پوچھا: امین تعلیم میں ترقی نہیں کر رہا ہے جبکہ مامون آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ کیا تم مامون پر زیادہ توجہ دیتے ہو؟ معلّم نے کہا: کل آپ ان لوگوں کے آنے سے قبل تشریف لے آئیں اور دونوں کی ذہانت کا اندازہ لگائیں۔ معلّم نے امین و مامون کے آنے سے قبل امین کے تخت کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھ دیا اور مامون کے تخت کے نیچے بھی کوئی کاغذ رکھ دیا لیکن مامون نے تخت پر بیٹھتے ہی زمین

اور چھت کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ معلم نے پوچھا: کیا دیکھ رہے ہو؟ مامون نے کہا: یا یہ طاق کچھ نیچے آگیا ہے یا سطح زمین بلند ہو گئی ہے۔ ابن کو کوئی فرق محسوس نہ ہوا۔

اکثر مورخین نے مامون کی خصوصیات کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ مامون فعال، جفاکش، پرکار تھا اور عیش و تنعم اور نشاط و آسائش سے دور تھا۔ مختلف علوم و فنون میں ید طولٰی رکھتا تھا، بنی عباس میں کوئی بھی اس کے پایہ کا نہ تھا۔

ابن ندیم لکھتے ہیں:

"مامون علم کلام و فقہ میں (بنی عباس کے) تمام خلفاء سے سبقت لے گیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ بنی عباس کا ساتواں بادشاہ ان سب سے زیادہ باعلم ہوگا"

سیوطی وغیرہ نے تحریر کیا ہے کہ، دور اندیشی، ارادہ، بردباری، علم و دانش، ذہانت و زیرکی، ہیبت و شجاعت میں مامون تمام بنی عباس پر فوقیت رکھتا تھا۔ مامون کے علم و ذکاوت کا سب ہی نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن علوم سے آگہی کو بھی اس نے اپنی سیاست کی کامیابی کا وسیلہ بنایا تھا۔ مامون ہر چند بنی عباس کے دوسرے خلفا پر علمی تفوق رکھتا تھا لیکن فسق و فجور اور بداعمالیوں میں بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ اس کی بداعمالیوں اور فسق و فجور پر بہترین دلیل، "قاضی یحییٰ بن اکثم ایسے بدکار و فاسق و فاجر سے اس کی دوستی ہے" یحییٰ بن اکثم کی بدکاریاں اس وقت کے معاشرہ میں طشت از بام تھیں

اور مامون نے اسی بدنام و رسوائے معاشرہ کو اپنا ہم نشین ہی نہیں بلکہ رازدار بھی بنالیا تھا اور اس کا فسق و فجور اسی تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ اس کو ملت اسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا تھا۔

امین

ہارون کے کیفر کردار کو پہنچنے کے بعد لوگوں نے بغداد میں امین کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے چند ماہ کے بچہ موسیٰ کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور مامون کو خراسان سے بغداد طلب کیا لیکن وہ بغداد نہیں آیا اور خراسان میں فوج جمع کر لی۔ بغداد سے امین نے فوج روانہ کی دونوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی، مامون کی فوج کی مستقل فتح ہو رہی تھی اور امین کی فوج پسپا ہوتی جارہی تھی مگر امین حالت کی نزاکت کو صحیح طریقہ سے نہیں سمجھ پارہا تھا۔ آخر کار مامون کی فوج نے بغداد کا بھی محاصرہ کر لیا اور چند روز کے اندر اندر خود امین کو اسکے قصر میں قتل کر دیا گیا۔ امین کے قتل ہو جانے میں اگرچہ بظاہر مامون کی فتح تھی لیکن اس سے اس کی سیاست اور مقاصد کے حصول پر منفی اثر پڑا اس پڑھے لکھے انسان ـــــ مامون ـــ نے اپنے تشفی دل کے لئے اس وقت سجدۂ شکر ادا کیا جب اس کے بھائی امین کا سر لایا گیا اور جو شخص سر لایا تھا اسے دس ہزار درہم انعام دیئے اور پھر

اپنے بھائی کے سر کو صحن میں ایک لکڑی پر نصب کرنے کا حکم دیا تاکہ جو شخص بھی وظیفہ لینے کے لئے آئے پہلے وہ اس پر نفرین کرے اور پھر پیسہ وصول کرے۔

مامون نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ امین کے سر کو خراسان میں ابراھیم بن مہدی کے پاس بھیجدیا اور اس کو برا بھلا کہا اور امین کے قتل پر غم منانے کی مذمت کی۔ یہ ہے علم و فقہ میں ید طولیٰ رکھنے والے اور ذہین و زیرک مامون کہ جس نے مقتول بھائی کے سر اور اس کے سوگوار پر بھی لعنت کرائی۔

بنی عباس تو پہلے ہی سے مامون کے خلاف اور امین کے شیدا تھے مامون کے اس بربریت والے رویہ سے اور متنفر ہو گئے، عربوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی چنانچہ اس کے اس بہیمانہ افعال کا اثر سالہا سال تک باقی رہا۔

چنانچہ جب مامون بغداد جا رہا تھا تو اس وقت فضل بن سہل نے کہا تھا یہ صحیح نہیں ہے کہ کل تم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر کے خلافت و حکومت لے لی تھی کہ جس سے تمہارے بھتیجے آج تمہارے دشمن ہیں، تمہارے خاندان والے اور عرب تمہاری طرف سے اچھے خیالات نہیں رکھتے ہیں.... بہتر ہے کہ آپ اس وقت خراسان ہی میں قیام کریں یہاں تک لوگوں کے دل کے زخم مندمل ہوں، اور آپ کے بھائی کا سانحہ قتل فراموش ہو جائے۔

---

[۱] فوات الوفیات ج ۲ ص ۲۶۹ قاموس الحدیث ج ۱ ص ۲۰۲ . البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰ ص ۲۴۳ - منقول از زندگی سیاسی ہشتمین امام۔

[۲] عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۶۰

مامون تخت حکومت پر

ہر چند مامون نے حکومت حاصل کر لی تھی لیکن قوم کا، خصوصاً عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام تھا۔ ظلم و آزار میں وہ اپنے سلف سے کسی طرح کم نہیں تھا بلکہ بسا اوقات ایسے مظالم کا مرتکب ہوتا تھا کہ جو اس کے اسلاف نے سوچے بھی نہیں ہوں گے۔ لوگوں سے مالیات وصولنے پر ایسے بے رحم و ظالم افراد کو مامور کیا تھا کہ جن کو ایمان چھو کے بھی نہیں گیا تھا۔ وہ لوگوں کو مارتے تھے اور قید خانے میں ڈال دیتے تھے۔ موٹے اور چاق لوگوں کے ایک ہاتھ کو چھت سے باندھ کر لٹکا دیتے تھے، جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے تھے۔

مامون امین کو قتل کرنے کے بعد یہ سوچتا تھا کہ اب راستہ صاف ہے، کوئی خطرہ نہیں ہے، سکون کے ساتھ مسند خلافت پر حکومت ہو گی۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی۔ وہ اپنی کارستانیوں اور اپنے عمال کی کارکردگی کے نتیجہ میں پھیلنے والی نفرت کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ مامون و امین کے درمیان خونریز جنگ کے بعد ایرانی، عباسیوں سے بدظن ہو گئے تھے اور ان کا رجحان علویوں کی طرف ہو گیا تھا۔ مامون کو مسند حکومت پر بٹھانے والے خراسانی بھی اس سے ناخوش تھے۔ اس موقع سے علویوں نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی فعالیت میں اضافہ کر دیا۔ رفتہ رفتہ ملک کے گوشہ و کنار سے علویوں کی شورشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اکثر لوگوں نے ان شورشوں کے قائدین کی تائید کی اور ان کی دعوت کو قبول کر لیا۔ دوسری طرف مامون کے مقرر

کردہ حکام کی ستائی ہوئی عوام بھی شورشیوں کی ہمنوائی کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ان حالات کے پیدا ہو جانے سے مامون سمجھ گیا کہ اگر یہی روش برقرار رہی تو حکومت تو کیا نیچے کی جان سکے بھی لالے پڑ جائیں گے چنانچہ اس گرداب سے نکلنے کے لئے اس نے امام رضاؑ کے وجود مقدس کا سہارا لینے کی کوشش کی.

امام رضاؑ اور مامون

مامون نے امام رضاؑ کو خط لکھ کر اپنے دارالسلطنت "مرو" آنے کی دعوت دی۔ امامؑ کو اپنے ہاں بلا کر مامون کئی مقاصد پورے کرنا چاہتا تھا منجملہ ان کے بنی ہاشم اور اہل خراسان کی خوشنودی کا حصول تھا اور دوسری طرف امام رضا علیہ السلام کی اجتماعی و علمی فعالیت پر نظر رکھنا بھی تھا کیونکہ وہ خراسان سے مدینہ کے حالات کو براہ راست قابو میں رکھنے سے قاصر تھا۔ لہٰذا اس نے امامؑ کو خراسان بلانے کے لئے اپنے وزیر اعظم فضل ابن سہل سے خط لکھوایا۔

فضل ابن سہل کا خط

فضل ابن سہل نے امام رضا علیہ السلام کو خط لکھا۔ خط رضاؑ ایسے محبوب لقب سے شروع کیا گیا تھا جسکی واحد وجہ امامؑ کی خوشنودی کا حصول تھا۔ خط میں اس بات کو باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ ولی عہدی کی پیش کش مامون کا منصوبہ نہیں ہے بلکہ فضل ابن سہل کی کوششوں کا نتیجہ ہے

جس میں خوف و خطر کا امکان نہیں ہے۔ لیکن امامؑ کے لئے اس پیشکش کو ٹھکرانے اور رد کرنے کا بھی یارا نہیں ہے۔

فضل نے امامؑ کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگرچہ اس نے اور مامون نے یہ طے کر لیا ہے کہ آپؑ کو ولیعہد بنایا جائے لیکن دونوں کے نظریات میں اختلاف ہے۔ مزید لکھا تھا کہ: "اس ولی عہدی کا راز یہ ہے کہ آپؑ فرزند رسولؐ خدا ہیں، قیادت و امامت آپ ہی کو زیب دیتی ہے۔ آپؑ کا حق آپ کو واپس دیا جا رہا ہے۔ لیکن مامون کے نقطۂ نظر سے آپ خلافت میں ان کے شریک رہیں گے۔"

خط کے آخر میں مرقوم تھا خط کا مطالعہ فرما کر لیسے ہی نہ رکھ دیجئے بلکہ "مرو" کے لئے رخت سفر باندھ لیجئے کہ اسی میں قوم و ملت کی صلاح و فلاح ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ملت کا تذکرہ کر دیا جائے گا تو امام ولیعہدی کو اپنا فریضہ سمجھ کر قبول کر لیں گے۔

امام رضا علیہ السلام نے مامون کی دعوت قبول کرنے میں تامّل سے کام لیا لیکن مامون کی طرف سے پیہم اصرار ہوتا رہا۔ آخر کار اس نے اپنے آباء و اجداد کے فرسودہ حربہ کو استعمال کیا اور دھمکی دیکر امامؑ کو "مرو" پہنچنے پر مجبور کیا چنانچہ آپ کو مجبوراً مدینہ کو خیرباد کہہ کر خراسان کی سمت روانہ ہونا پڑا۔

حجاز سے خراسان

امام علیہ السلام حجاز سے روانہ ہوئے اور بصرہ تک جتنے شہر راستہ

میں واقع تھے ہر ایک کے لوگوں سے ملے اور ان سے گفتگو کی۔ ایک روایت میں ہے کہ مامون نے "رجاء بن ابی ضحاک" کو اس کام پر مقرر کیا تھا کہ وہ امام رضاؑ کو حجاز سے خراسان لائے۔ چنانچہ وہ آپؑ کے پاس پہنچا اور آپؑ سے سفر کی آمادگی کا تقاضا کیا تو آپ نے سب کے سامنے اس سفر سے ناخوشنودی کا اظہار کیا اور جس روز مدینہ سے روانہ ہونے والے تھے اس دن اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے فرمایا: "خوب گریہ کرو کہ اب مجھے تم دوبارہ نہ دیکھ سکو گے۔"[1]

اس کے بعد مسجد رسولؐ میں تشریف لے گئے۔ یادگار رسولؐ سے رخصت ہو کر قبر رسولؐ پر پہنچے اور چیخ مار مار کر روئے۔ اور بادلِ ناخواستہ دیارِ مصطفیٰؐ کو چھوڑ کر ایران کی سمت روانہ ہوئے اور خرم شہر، اہواز، اراک، رُئے سے گزرے۔ اب نیشاپور کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ سفر کے مایوس کن لمحات یادِ خدا اور تسبیح و تہلیل میں گزر رہے تھے کہ آپؑ کی سواری شہر نیشاپور کے قریب پہنچی۔

نیشاپور میں امامؑ کا خطاب

شہر نیشاپور اس زمانہ میں علمی مرکز تھا۔ وہاں آپؑ کی آمد سے قبل ہی چرچے تھے کہ وارث رسولؐ کا اس طرف سے گزر ہوگا، ہر عالم، دانشور اور ہر خاص و عام کے دل میں دیدار کا اشتیاق تھا۔ خصوصاً علماء کے دل میں یہ

[1] کشف الغمہ ج ۳ صـ ۶۵

تمنا کروٹ لے رہی تھی کہ امام ہمارے شہر میں تشریف لائیں گے تو آپ سے آپ کے جد رسولؐ کی حدیث سنیں گے۔ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے قلم و قرطاس کے سپرد کر کے آنے والی نسلوں کے لیے تبرک کے طور پر چھوڑ جائیں گے۔ آج انتظار کے لمحات ختم ہو چکے ہیں، منادی ندا کر رہا ہے کہ رسولؐ کے آٹھویں جانشین کی سواری قریب آ گئی ہے، منادی کی ندا سے پورا شہر باہر نکل پڑا علماء و طلبہ کے ہاتھ میں قلم و قرطاس ہے۔ رسولؐ کے لب و لہجہ میں حدیث سننے کا اشتیاق دلوں کو بے قرار کئے ہوئے ہے۔ دور تک راستے کی طرف نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں، شہر کے باہر ایک ہجوم ہے، درود اور تکبیر کے نعروں سے فضا گونج رہی ہے، ہوائے مجمع پر چمنِ امامت کے آٹھویں پھول کی عطر بیز خوشبو نثار کر دی ہے۔ فردوس بریں کا در کھل گیا ہے۔ امامؑ کی سواری قریب آئی تو مجمع بے قابو ہو گیا اور تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔ آپ کی باوقار متین اور پرکشش شخصیت لوگوں کے سامنے آئی۔ مجمع آپؑ کی تقریر و حدیث سننے کے لئے بے چین تھا کہ دو با اثر و معزز اشخاص نے بلند آواز میں کہا:

"لوگو! خاموش ہو جاؤ، تمہاری دلی مراد بر آئی، امام حدیث بیان فرمائیں گے۔"

حدیث سننے کے اشتیاق میں مجمع سکوت میں ڈوب گیا اور ہمہ تن گوش ہو گیا۔ اب امامؑ کی زبان مبارک پر وہ حدیث جاری تھی کہ جو مستقبل میں سلسلۃ الذہب کے نام سے مشہور ہونے والی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:

"میں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے والد ماجد جعفر بن محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے بابا محمد بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے باپ علی بن الحسینؑ سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی حسین بن علیؑ سے اور انہوں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ سے اور انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا، میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا: میں نے خدا سے یہ کلمات سنے ہیں:

كَلِمَةُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِيْ۔

یعنی کلمہ لاالٰہ الااللہ میرا قلعہ ہے جو اس قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔

اس روز اس حدیث کو بیس ہزار لوگوں نے لکھا، جبکہ اس زمانہ میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں کی اس تعداد سے امامؑ کی زیارت کے اشتیاق میں جمع ہونے والے مجمع کی کثرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام رضاؑ نے اس وقت دین کے فرعی اور لوگوں کی زندگی سے مربوط مسائل نہیں بیان کئے تھے، لوگوں کو سادہ زیستی اور آخرت سازی کی تشویق نہیں دلائی تھی، اپنے بیانی مفاد کیلئے کوئی بات نہیں کہی تھی بلکہ ان تمام چیزوں کی بجائے لوگوں کی توجہ حقیقی امام و رہبر کی طرف مبذول کرائی کیونکہ حقیقی

امام و رہبر کا مسئلہ بجائے خود مستقبل و حال کی زندگی کے اہم ترین مسائل میں ہے۔

ولایت کا توحید سے ربط

ایک روایت میں ہے کہ امامؑ نے مرکب ہی سے حدیث بیان فرمائی تھی اور مذکورہ حدیث بیان فرمانے کے بعد آپ نے ناقہ آگے بڑھا دیا لیکن ہزاروں لوگوں کی شیفتہ نظریں ابھی تک آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ لوگ فکر کے دریا میں غرق تھے، یا حدیث توحید کے بارے میں غور کر رہے تھے کہ اچانک آپ کا ناقہ رکا اور امامؑ نے عماری سے سر باہر نکالا اور زبانِ امامؑ سے کچھ اور کلمات صادر ہوئے:

بِشُرُوطِهَا وَشُرُوطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوطِهَا [1]

"لیکن کلمہ توحید — جو کہ قلعہ خدا ہے — کی کچھ شرطیں ہیں اور وہ شرط میں ہوں۔"

یہاں امام رضا علیہ السلام نے ایک اور بنیادی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ توحید و ولایت کے درمیان محکم رابطہ ہے۔ واضح ہے کہ وہ قوم کہ جس کے سینوں میں توحید کی امانت ہے اسی وقت عزت و سربلندی اور آزادی کی زندگی بسر کر سکتی ہے جبکہ اس دنیوی و دینی امور کی باگ ڈور حکیم و دانا اور عادل رہبر کے ہاتھوں میں ہو، ورنہ دوسری صورت میں ظالم و

---

[1] امالی صدوق، مجلس ۴۱ حدیث ۸

استعمار کے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنی رہے گی اور امامؑ نے اس اہم نکتہ کو سمجھانے کی خاطر اس حدیث کے سلسلۂ سند کو بیان فرما کر یہ بھی ثابت کر دیا ہے یہ کلام خدا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی غیر معصوم شامل نہیں ہے کہ جس سے کسی خطا کا امکان ہو۔

قریۃ الحمراء میں

نیشاپور کے عظیم مجمع میں حدیث اور اس کی شرح بیان فرمانے کے بعد امام رضاؑ طوس کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ کی سواری قریۃ الحمراء — جو کہ موجودہ مشہد سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے — پہنچی تو ساتھیوں نے عرض کی: ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ امامؑ سواری سے نیچے تشریف لائے اور فرمایا "وضو کے لئے پانی لاؤ"۔ انہوں نے عرض کی: "مولا! ہمارے ساتھ پانی نہیں ہے۔" امامؑ نے دامن کوہ میں تھوڑی سی زمین کھودی کہ جس سے صاف و شفاف چشمہ نکلا، سب نے اس سے وضو کیا، نماز ادا کی وہ چشمۂ آب آج تک اسی صورت میں باقی ہے۔[۱]

سناآباد میں

قریۃ الحمراء سے امامؑ روانہ ہوئے تو موجودہ مشہد کے جنوب میں،

---

۱ عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ باب ۳۸۔ مناقب ابن شہر آشوب منقول از حضرت رضاؑ و وفات گیہ ی

کوہ سنگی ۔ جس سے پتھر کے ظرف بنائے جاتے ہیں ۔ کے پاس قیام کیا اور اس پہاڑ سے بنائے جانے والے ظروف کو بابرکت قرار دینے کی خدا سے دعا کی۔ اس کے بعد حمید بن قحطبہ کے گھر میں داخل ہوئے اور ہارون کے مقبرہ میں تشریف لے گئے اور ایک جگہ انگشت مبارک سے نشان کھینچا اور فرمایا کہ یہاں میرا مدفن ہو گا۔

سنا آباد سے قافلۂ امامؑ سرخس کی سمت چلا اور وہاں سے مرو کا رخ کیا مختصر مدت کے بعد مرو کے قریب پہنچا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابھی قافلہ اسلامی حکومت کے دارالسلطنت سے کئی فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ مامون اس کا وزیر فضل بن سہل اور آل عباس و آل علیؑ کے معزز و بزرگ اشخاص آپ کے استقبال کے لئے آئے۔[1]

مامون نے اپنے سیاسی مقاصد میں کامیابی کے حصول کی خاطر یہ منصوبہ بنایا تھا، لہٰذا اس نے ہر طریقہ سے امامؑ کا احترام کیا۔ اپنے گھر کے برابر میں آپ کے قیام کے لئے ایک گھر خالی کرایا، خدمت گار معین کئے۔ امام رضاؑ کے ہمراہ جو دوسرے علوی و عباسی تھے انہیں دوسرے مکانوں میں ٹھہرایا چند روز کے بعد امام رضاؑ اور مامون کے درمیان مذاکرہ کا آغاز ہوا۔ مامون نے کہا:

"فرزند رسولؐ! میں آپ کے علم و فضل، زہد و ورع اور عبادت

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ ج ۲، باب ۳۷

کو اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کو اپنے سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتا ہوں۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"مجھے خدا کی عبادت کرنے پر فخر ہے اور امید ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور زھد کی بنا پر مجھے دنیا کے شر سے نجات ملے گی تقویٰ و پرہیزگاری اور حرام چیزوں کے اجتناب کی بنا پر مجھے آخرت کی نعمتوں کے حصول کی توقع ہے اور دنیا میں تواضع اور فروتنی کے سبب امید ہے کہ خداوند عالم کے نزدیک مجھے سرفرازی نصیب ہوگی۔"

مامون:

"میں اپنی جگہ آپ کو خلیفہ بنانے اور آپ کی بیعت کرنے کو مناسب سمجھتا ہوں۔"

امام رضا علیہ السلام:

"اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے اور تم ہی کو خدا نے دیا ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ تم وہ چیز کسی دوسرے کو دو جو کہ خدا نے تمہیں عطا کی ہے اور اگر خلافت تمہارا حق نہیں ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کہ تم دوسرے کا حق مجھے دو۔"

مامون:

"فرزند رسولؐ! یہ امر تو آپ کو مجبوراً قبول کرنا پڑے گا"

anjumhasnain2008@yahoo.com

امام رضا علیہ السلام:

"اس سے مجھے کوئی رغبت نہیں ہے!"

ولی عہدی

مامون کا اصرار بڑھتا رہا، اس کی جدوجہد جاری رہی، امام دعوت خلافت کو ٹھکراتے رہے۔ جب مامون مایوس ہو گیا تو اس نے کہا کہ "اگر خلافت منظور نہیں تو ولی عہدی قبول فرمالیں اور جب میرے بعد حکومت آپ کے دست اختیار میں آئے گی تو پھر آپ اپنی مرضی کے مطابق حکومت چلائیں اور اس کو قبول کرنے کے علاوہ چارہ کار نہیں ہے۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا کی قسم مجھے میرے پدر بزرگوار نے رسولؐ خدا کی حدیث سے خبردار کیا ہے کہ میں تم سے پہلے دنیا سے اٹھوں گا اور مجھے زہر سے شہید کیا جائے گا اور عالم غربت میں ہارون رشید کی قبر کے پاس مجھے دفن کیا جائے گا۔ زمین و آسمان کے فرشتے مجھ پر گریہ کریں گے۔"

مامون نے کہا:

"فرزند رسولؐ! میرے ہوتے ہوئے آپ کو کون چھو سکتا ہے؟"

امام ؑ نے فرمایا :

"یہ میں بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون شہید کرے گا..."

مامون نے کہا :

"آپ ہمیشہ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اگر آپ نے ولی عہدی کو قبول کیا تو مجبوراً میں گردن زنی کا حکم دیدوں گا ! کیونکہ میرے پاس ایک تاریخی جواز عمر بن خطاب کی سیرت ہے کہ انہوں نے آپ کے جد امیر المومنین علی ؑ کو خلیفہ ساز چھ رکنی کمیٹی کا رکن مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو قبول نہ کرے اس کی گردن اڑا دو۔ ناچار میں بھی ایسا ہی کرونگا۔"

ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بلایا اور ولی عہدی پیش کی تو آپ نے سخت طریقہ سے منع کر دیا تو مامون نے دھمکی آمیز جملے استعمال کئے اور کہا عمر بن خطاب نے مرتے دم ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی تھی۔ ان چھ اشخاص میں سے ایک آپ کے جد (علی بن ابی طالب) تھے اور یہ حکم دیا تھا کہ جو ان میں سے مخالفت کرے اس کی گردن ماردی جائے۔ آپ ولی عہدی قبول کرنے کے لئے مجبور ہیں۔[1] امام رضا ؑ نے مجبوراً اور شر حاکم سے بچنے کی خاطر ولی عہدی کو درج ذیل شرائط کے ساتھ قبول کر لیا۔

---

[1] ترجمہ مقاتل الطالبین ص ۵۲۴

"میں حکومت کے قضاوت، فتاوے، عزل ونصب کے معاملات
میں شرکت نہیں کروں گا۔"

مقصد یہ تھا کہ میرے نام پر کوئی کام نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس سے میری رضامندی ثابت ہوگی۔ واضح ہے کہ امامؑ اس نظام کے بے بس مہرے نہیں بن سکتے تھے کہ جس کا کوئی فعل آئین اسلام کے مطابق نہ تھا۔

بہت زیادہ ردوکد اور بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ مامون رشید امام رضا علیہ السلام کی عظمت ومنزلت کے مطابق ایک عہد نامہ لکھے اور اس میں اس بات کی وضاحت کرے کہ منصب خلافت کے لئے شائستہ ترین شخصیت علی بن موسیٰ رضا ہیں تاکہ لوگ آپ کو خلیفۂ وقت مامون کا ولی عہد اور اسلامی معاشرہ کے رہبر کے عنوان سے پہچان لیں۔

مامون کا عہد نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عہد نامہ عبداللہ بن ہارون رشید امیرالمومنین نے اپنے
ولی عہد علی بن موسیٰ بن جعفرؑ کے لئے لکھا ہے۔

اما بعد: دین اسلام خدا کا منتخب دین ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کے درمیان سے رسولؐ کا انتخاب کیا جو کہ اسکی طرف لوگوں کی ہدایت کرتا ہے۔ پہلے آنے والے پیغمبر نے بعد والے کی آمد کی بشارت دی اور بعد میں آنے والے

نے گزشتہ پیغمبر کی تصدیق کی ہے یہاں تک کہ فترت اور وحی کا سلسلہ قطع ہو جانے اور قیامت کے قریب آجانے کے بعد سلسلۂ نبوت محمدؐ کی نبوت پر ختم ہو گیا۔

آنحضرتؐ پر کتاب نازل کی کہ جس میں کسی بھی طرف سے باطل کو راہ نہیں مل سکتی — پیغمبرؐ اکرم نے اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی انجام دیا لوگوں کو اخلاق و مشقت اور جہاد کے ذریعہ خدا کی طرف دعوت دی یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو اپنے پاس بلایا۔

جب نبوت کا زمانہ ختم اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا تو دین کے ثبات اور امر مسلمین کے نظام کو خلافت و جانشینی میں منحصر کیا۔ انھیں کے وسیلہ سے اطاعت و عبادت خدا ہوتی ہے اور دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے۔

جانشینوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین خدا اور اس کے بندوں کی حفاظت کرے، خدا کی اطاعت کریں۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خلفاء کی پیروی کریں۔ اگر دونوں — رہبر و قوم — کے درمیان ہم آہنگی نہ ہو گی تو معاشرہ تفرقہ کا شکار ہو جائے گا اور انتشار دشمن کی کامیابی کا مقدمہ بن جائے گا۔

ان ایک پیشوا کو عدل و انصاف قائم کرنے کی

کوشش کرنا چاہیے اور اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس کے دائرہ حکومت میں ہونے والے مظالم کا وہی ذمہ دار ہے میں عرصۂ دراز سے اس فکر میں تھا کہ اس اہم ذمہ داری کے لیے کسی مناسب شخص کا انتخاب کروں اور رہبر کے عنوان سے لوگوں کے سامنے پیش کروں۔ ایسے شخص کی تلاش میں راتوں کی نیند اور دن کا آرام میسر نہ ہو سکا کیونکہ ایسے شخص کو ولی عہد بنانا چاہتا ہوں جو کہ امت کے حال کی رعایت کرے دین و فضیلت اور علم و پاکدامنی میں سب پر فوقیت رکھتا ہو۔ شب و روز خدا سے یہ دعا کی کہ ایسے ولی عہد کے انتخاب میں میری مدد فرما، تلاش و تحقیق کے بعد میں نے علی بن موسیٰ رضاؑ کو با علم و تقویٰ اور زہد کے لحاظ سے بے نظیر اور خلافت کے لئے مناسب و موزوں پایا ہے۔"

امام کی بیعت

اب امیر المؤمنین (مامون) اپنے بیٹے، خاندان، خواص، فوجی افسروں اور خدمت گاروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ سرو شادمانی کے اظہار کے ساتھ امام رضاؑ کی بیعت کے لئے بڑھیں اور یہ جان لیں کہ امیر المومنین نے طاقت خدا میں ہوائے نفس کو کچل دیا ہے۔ اور میں ان سے راضی ہوں۔

اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا اور سب سے پہلے مامون کے

اس کے بعد وزیر اعظم فضل بن سہل نے پھر درباری مفتی بیٹے عباس نے
یحیٰی بن اکثم نے اور پھر حکومت کے دیگر اعیان و شرفا نے ولیعہد کے عنوان سے امام رضا علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مامون کے عہد نامہ کی پشت پر امام رضا نے جو تحریر فرمایا تھا اس کے خلاصہ کا ترجمہ یہ ہے:

"حمد و ستائش خدا سے مخصوص ہے وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے اس کے حکم کو کوئی چیز رد نہیں کر سکتی اور نہ اس کے فیصلہ میں کوئی چیز مانع ہے وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپے ہوئے اسرار سے واقف ہے۔ درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی آل اطہار پر۔ میں علی بن موسیٰ رضا کہتا ہوں کہ خدا امیرالمومنین کی ہدایت کرے، اس نے کسی حد تک ہمارا حق پہچانا جبکہ دوسروں نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو پراگندگی سے اور دین کو تزلزل سے بچانے کی خاطر ولیعہدی کو قبول کرتا ہوں، اگر مامون کے بعد میں زندہ رہا تو۔"

اس معاہدہ کے بعد مامون نے اسلامی مملکت کے حکام و عمال کو لکھا کہ وہ مامون کے ولیعہد کے عنوان سے امام رضاؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لیں، ائمہ جمعہ اپنے جمعہ کے خطبوں میں یہاں تک امام حرمین بھی اپنے خطبوں میں امام رضاؑ کا نام شامل کرے۔ سکوں پر بھی آپ کا نام کندہ کیا جائے

تمام شہروں کے ائمہ جمعہ نے خطبوں میں امام رضا علیہ السلام کا نام شامل کیا لیکن بغداد میں اہل بیتؑ کے خون کے پیاسے بنی عباس نے مامون کے اس حکم پر عمل نہ کیا۔ کیونکہ وہ اس بات سے راضی نہیں تھے کہ اہل بیتؑ میں سے امام رضاؑ کو ولیعہد بنایا جائے۔

امام رضا علیہ السلام کے ولیعہد بن جانے سے ان لوگوں کے محل کی بنیادیں ہل گئیں جنہوں نے حکومت کے عہدوں پر فائز ہونے کی حیثیت سے بہت ناجائز دولت جمع کر لی تھی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے شاید ان کو آپؑ کے ہم نام اور جد حضرت علی بن ابی طالب کی حکومت کا زمانہ یاد آ گیا تھا کہ انہوں نے ظالم سے مظلوم کا حق دلانے اور عدل و انصاف قائم کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت اور کسی سرکش کی سرکشی کی پروا نہیں کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کی بساطِ زندگی ناجائز سیم و زر کے تانے بانے سے بنی ہو وہ ایک عادل خلیفہ کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں، حالانکہ امام رضا علیہ السلام نے بطیب خاطر ولیعہدی کو قبول نہیں کیا تھا لیکن دشمنوں کی کینہ توز فطرت کو اتنا بھی برداشت نہ ہو سکا امام رضاؑ کو مامون کی دولت و ثروت سے کوئی سروکار نہ تھا حسب سابق اپنا طرزِ زندگی برقرار رکھا اور ہمیشہ کی طرح دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتے رہے۔[۱]

مناظرہ

مورخین لکھتے ہیں کہ مامون کا زمانہ علم و دانش کا عہد تھا وہ خود بھی

---

[۱] الفتوح ج ۳ ص ۳۴۵

عالم, فلسفی اور صاحب نظر تھا۔ اس کے زمانہ میں علمی اور کلامی مناظرے ہوتے تھے لیکن وہ خود کسی کا فیصلہ نہیں کرتا تھا بلکہ امام رضا علیہ السلام سے استفسار کرتا تھا اور بہت سے غیر مذہب والوں کو دعوتِ مناظرہ دیتا تھا۔ لیکن ان مناظروں کے انعقاد سے مامون کا مقصد ہرگز دین اسلام کی حقانیت کا اثبات نہیں تھا بلکہ وہ مختلف مذاہب کے علماء کے درمیان امام رضا علیہ السلام کے لاجواب ہونے کی صورت میں آپؑ کے علمی بھرم سے کھیلنا چاہتا تھا۔ اس حقیقت کا خود امام رضا علیہ السلام نے انکشاف کیا ہے۔ جیساکہ نوفلی سے روایت ہے۔

نوفلی کہتے ہیں: مامون رشید نے اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو حکم دیا کہ مختلف مذاہب کے علماء جیسے جاثلیق، راس الجالوت، صابئین کے سربراہ افراد، ہربذ اکبر، زرتشت کے پیروکار اور نسطاس رومی اور دوسرے متکلمین کو جمع کرو۔ فضل نے سب کو بلالیا۔

مامون نے امام رضا علیہ السلام کے سیکریٹری یاسر سے کہا: امام رضاؑ اگر راضی ہوں تو ان لوگوں سے بحث و گفتگو کے لئے تشریف لائیں۔

امام رضا علیہ السلام نے یاسر سے فرمایا: میں کل آؤں گا امام کا جواب سن کر یاسر واپس لوٹ گیا۔ نوفلی کہتے ہیں یاسر کے جانے کے بعد امام رضاؑ نے مجھ سے فرمایا:

"اے نوفلی! تم عراقی ہو اور عراقی ہوشیار ہوتے ہیں، یہ بتاؤ مامون نے مشرکوں اور مختلف عقائد کے حامل لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے؟

میں نے عرض کی: قربان جاؤں یہ لوگ آپ کا امتحان لینا
چاہتے ہیں اور آپ کے علم کی تھاہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔
امامؑ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ وہ میری دلیل کو باطل کردیں گے؟
نوفلی: میں نے عرض کی: ہرگز نہیں! خدا کی قسم مجھے اس بات کا خوف
نہیں ہے۔ امید ہے کہ خدا آپ کو ان پر کامیابی عطا کرے گا۔
امام نے فرمایا: اے نوفلی! کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہیں
یہ معلوم ہو جائے کہ مامون کس وقت شرمندہ ہوگا۔؟

عرض کی: جی ہاں۔
آپؑ نے فرمایا: جس وقت میں اہل تورات کو ان کی تورات سے
اہل انجیل کو ان کی انجیل سے، اہل زبور کو ان کی زبور سے،
صابئین کو ان کی عبری زبان سے اور ہربذوں کو ان کی پارسی
زبان سے اور رومیوں کو ان کی زبان سے لاجواب کردوں گا
ان کی دلیلوں کو باطل کردوں گا تو وہ اپنے عقائد سے دست بردار
ہوجائیں گے اور میری تقریر پر شیفتہ ہوجائیں گے تو مامون کو
اس وقت معلوم ہوگا کہ جس مسند پر وہ بیٹھا ہوا ہے وہ اس کا
حق نہیں ہے اور اس وقت مامون شرمندہ ہوگا۔ اس کے
بعد امامؑ نے فرمایا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی
العظیم۔
اگلے روز صبح کے وقت امام رضا علیہ السلام انکی مجلس میں تشریف لے گئے۔

anjumhasnain2008@yahoo.com

یہودی عالم جالوت نے کہا: ہم آپ کی اسی بات کو قبول کریں گے
جسے آپ توارت، انجیل، زبور اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت
موسیٰ کے صحیفوں سے ثابت کریں گے۔"

آپؑ نے قبول فرمایا۔ اور آپؑ نے پیغمبر اسلام کی نبوت کو توارت و انجیل اور زبور سے ثابت کیا۔ آپ کے استدلال سے سب متحیر تھے، خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر امام نے فرمایا:

لوگو! اگر تمہارے درمیان کوئی (میری باتوں کا) مخالف ہے
اور کوئی سوال کرنا چاہتا ہے تو بے جھجک معلوم کر سکتا ہے۔

عمران صابئی، جو کہ علم کلام اور مناظرہ میں کم نظیر تھا، اس نے کہا:

اگر آپ یہ نہ فرماتے جو کوئی سوال پوچھنا چاہتا ہے وہ پوچھ لے
تو میں کوئی سوال نہ کرتا۔ میں کوفہ، بصرہ اور شام گیا اور وہاں
کے متکلمین سے بحث کی لیکن کوئی خدا کی وحدانیت کو ثابت
نہ کر سکا...

امام رضا علیہ السلام نے برہان کے ذریعہ خدا کی وحدانیت کو ثابت فرمایا، عمران مطمئن ہو گیا اور کہنے لگا مولا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے ثابت فرمایا ہے۔ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں اس کے بعد عمران قبلہ رو ہو کر سجدہ میں گر پڑا اور اسلام لے آیا۔

دوسرے متکلمین نے عمران کی قبلہ حالت دیکھ کر امام رضا علیہ السلام سے کوئی سوال کرنے کی جرأت نہ کی۔ مامون امام رضاؑ کے ساتھ اٹھ گیا اور مجلس

یہیں ختم ہوگئی۔

نوفلی ہی سے منقول ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام مجلس میں وارد ہوئے تو مامون اور دیگر حاضرین مجلس تعظیم کے لئے اٹھے۔ خلیفہ صدر مجلس میں اور ولیعہد یعنی امام رضا اس کے پاس تشریف فرما ہوئے اس کے بعد حاضرین کو بیٹھ جانے کا حکم ملا۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ مامون نے جن مختلف مذاہب کے چوٹی کے علما کو جمع کیا تھا۔ ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ امام رضا علیہ السلام سے مشکل ترین سوال دریافت کرنا، اس سے مامون کا مقصد یہ تھا کہ امام کو معاذ اللہ سر مجلس شرمندہ کر کے عقیدت مندوں کی نظروں سے گرا دے۔ بہرحال مامون امام رضاؑ سے گفتگو کرتا رہا اور اس کے بعد نصاریٰ کے بڑے عالم جاثلیق کی طرف رخ کر کے کہا: اے جاثلیق! یہ میرے چچازاد بھائی علی بن موسیٰ رضا ہیں۔ اولاد فاطمہ بنت محمد رسولؐ سے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ تم ان سے بحث و مناظرہ کرو۔

جاثلیق نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا: حضرت عیسیٰ کی نبوت اور انجیل کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

امام رضا علیہ السلام: میں اس عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب کی گواہی دیتا ہوں کہ جس نے اپنے بعد ایک نبی کی آمد کی خبر دی اور اس عیسیٰ کی رسالت و پیغمبری اور اس کی کتاب کی گواہی نہیں دیتا ہوں جو کہ حضرت محمد کی نبوت کا اعتراف نہیں کرتا ہے۔

جاثلیق : کیا ایک خبر کے اثبات کے لئے دو گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی ؟

امام رضاؑ : بالکل ہوتی ہے۔

جاثلیق : تو محمدؐ کی نبوت پر اپنی ملت کے علاوہ ایسے دو گواہ پیش کیجئے جن کو نصاریٰ بھی قبول کریں۔

امام رضاؑ : کیا اس شخص کی گواہی قبول نہیں کرو گے جو حضرت مسیح کے نزدیک عادل ہے ؟

جاثلیق : وہ شخص کون ہے ؟

امام رضاؑ : یوحنّا دیلمی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟

جاثلیق : مسیح یوحنّا کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔

امام رضاؑ : کیا انجیل میں یہ نہیں لکھا ہے کہ یوحنّا نے کہا کہ مسیح نے مجھے دین محمدؐ عربی کی خبر دی ہے اور انکی مجھے اور حواریوں کو بشارت دی ہے ؟

جاثلیق : کیوں نہیں! مسیح نے ایک نبی کی بشارت دی ہے، لیکن اس کے ظہور کے وقت کو معین نہیں کیا ہے۔

امام رضاؑ : اگر کوئی انجیل کا عالم آئے اور اسکی عین عبارت پڑھے تو تم قبول کرو گے ؟

جاثلیق : یقیناً

امام رضاؑ : (نسطاس رومی کو مخاطب کر کے فرمایا) کیا تمہیں انجیل کی تیسری کتاب یاد ہے ؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد راس الجالوت سے معلوم کیا تو اس نے کہا مجھے یاد ہے آپؑ نے فرمایا : انجیل کی تیسری کتاب لائی جائے، کتاب

لائی گئی۔ آپؑ نے فرمایا: لوگو! میرے دعوے کے گواہ رہنا
امام رضا علیہ السلام نے انجیل کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ رسول اسلامؐ
کے اسم مبارک تک پہنچے اور پھر جاثلیق کو مخاطب کر کے فرمایا:
"جاثلیق! تجھے مسیح و مریم کی قسم ہے، بتاؤ میں انجیل سے زیادہ میں
واقف ہوں یا تم؟ جاثلیق: آپ
امام رضاؑ نے نام محمدؐ کی تلاوت کی اور اس کے بعد فرمایا:
"اگر تم انجیل کی تکذیب کرتے ہو تو ایسا ہی ہے جیسے تم نے
موسیٰ و عیسیٰ کی تکذیب کی اور چونکہ تم دو پیغمبروں کا انکار
کرو گے لہٰذا تمہارا قتل واجب ہے۔ کیونکہ خدا اور پیغمبر کا
عصیان کیا ہے۔
جاثلیق: میں انجیل کی تکذیب نہیں کر سکتا۔
امام رضاؑ نے حاضرین کو متوجہ کر کے فرمایا: اس کے اقرار کی گواہی دو۔
جاثلیق: حواریوں کی تعداد کتنی ہے اور انجیل کے علماء کتنے تھے؟
امام رضا علیہ السلام: حواری بارہ تھے اور ان میں لوقا سب سے افضل
تھا۔ نصاریٰ کے علماء تین تھے۔ یوحنا اکبر دراج میں ساکن تھا
یوحنائے دوم قرمیسیا میں متوطن تھا، یوحنائے دیلمی وہ شخص
تھا کہ جس نے بنی اسرائیل کو آنحضرتؐ کے ظہور کی بشارت دی
تھی اور ہم اس عیسیٰ کا عقیدہ رکھتے ہیں جس نے محمدؐ کی نبوت
کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ہمیں تمہارا مسیح دو باتوں کی وجہ سے

پسند نہیں ہے ایک ضعف اور دوسرے ان کے نماز و روزہ کی قلت۔

جاثلیق: افسوس کہ آپ کا علمی بھرم جاتا رہا اور میری نظروں میں آپکی وقعت نہ رہی۔ میں تو آپ کو بہت بڑا عالم سمجھتا تھا۔

امام رضاؑ: اس کی وجہ کیا ہے؟

جاثلیق: آپ کی تقریر! کیونکہ حضرت عیسیٰ نے کبھی روزہ ترک نہیں کیا ہے اور کسی شب میں سوئے نہیں ہیں کہ عبادت میں مشغول رہتے تھے!

امام رضا(ع): کس کے لئے روزہ نماز رکھتے پڑھتے تھے؟

جاثلیق: ہکا بکا رہ گیا اور کوئی جواب نہ بن سکا۔

امام رضا(ع): اے جاثلیق اب میں تم سے چند سوال کرتا ہوں!

جاثلیق: پوچھئے اگر مجھے ان کا علم ہوگا تو جواب دوں گا۔

امام رضا(ع): اے جاثلیق! کیا تم یہ بات قبول نہیں کرتے کہ حضرت عیسیٰ حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے؟

جاثلیق: اس جہت سے میں اس کا انکار نہیں کرتا ہوں کہ جس سے ایسے عجیب و غریب کام سرزد ہوتے ہیں وہ لائق پرستش ہے اور خدا ہے۔

امام رضا(ع): الیسع بھی حضرت عیسیٰ کی مانند مردوں کو زندہ کرتے تھے اور پانی پر چلتے تھے لیکن انھیں کوئی خدا نہیں کہتا تھا

اے جاثلیق! کیا تم نے انجیل میں دیکھا ہے کہ مسیح نے یہ کہا ہے کہ
میں خدا کی طرف جا رہا ہوں اور میرے بعد فارقلیط آئے گا جو کہ
میری نبوت کی گواہی دے گا۔

جاثلیق : ہاں یہ میں نے انجیل میں دیکھا ہے۔

امام رضاؑ : "فارقلیط" حضرت محمدؐ ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے رأس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا:
کیا تم نے تورات میں حضرت موسیٰؑ کا یہ قول دیکھا ہے کہ میرے
بعد وہ لوگ ہوں گے، جو اس شخص کے پیرو ہوں گے جو کہ
ناقہ پر سوار ہوگا اور مستقل خدا کی حمد و تسبیح میں مشغول رہے گا

رأس الجالوت : ہاں میں نے تورات میں یہ دیکھا ہے۔

امام رضاؑ نے جاثلیق کی طرف رخ کر کے فرمایا: کیا تمہیں کتاب شعیا
یاد ہے؟

جاثلیق : ہاں یاد ہے۔

امام رضاؑ : کیا تم نے شعیا میں یہ پڑھا ہے کہ شعیا نے کہا:
"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو خر پر
سوار ہوگا اور جامہ نور پہنے گا اور اس شخص کو دیکھ رہا ہوں
جو کہ ناقہ پر سوار ہوگا اور چاند کی طرح اس کا نور ساری دنیا پر
چھا جائے گا۔"

جاثلیق : ہاں میں نے یہ پڑھا ہے۔

امام رضاؑ: پہلا حضرت مسیح اور دوسرے حضرت محمدؐ ہیں۔ حضرت عیسٰی نے ۶۰ سال کی زندگی پائی ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے رأس الجالوت کی جانب رخ کیا اور فرمایا: کیا بنی اسرائیل کے درمیان تورات میں ایسی کوئی چیز ہے؟

رأس الجالوت نے کہا: آپ نے جو کچھ فرمایا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے اور میں نے تورات میں پڑھا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق کے لئے نصرانیت اور ملت مسیح کی تشریح فرمائی اور اس پر تورات و انجیل سے استدلال فرمایا۔ یہاں تک کہ جاثلیق نے آپؑ کی صداقت کا اعتراف کر کے کلمۂ حق ادا کیا۔

اس کے علاوہ بھی امام رضا علیہ السلام نے بہت سے لوگوں سے مناظرہ کیا اور اپنے اسلاف کی طرح دین اسلام کی صداقت کو روز روشن کی مانند سب پر عیاں کر کے منکرین سے کلمہ حق پڑھوالیا۔ ہم اختصار کی بنا پر اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپؑ کے ان مناظروں سے ملت مسلمہ کے درمیان آپ کی مزید عظمت بڑھ گئی۔ امام رضا علیہ السلام کا دیگر مذاہب کے بڑے علماء کو لاجواب کر دینا ہرچند مامون کی شرمندگی اور اس کے منصوبہ کی ناکامی کا باعث تھا لیکن دوسری طرف اس کے ولیعہدی والے اقدام پر اس کے مستقبل بینی کی دلیل بھی تھا۔

کلامی بحث اور امامؑ

ملّت اسلامیہ کے مختلف فرقوں کے درمیان اصول و فروع کے سلسلہ میں متعدد نظریات وجود میں آگئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک نظریہ کو مبنی برحق اور دوسرے نظریہ کو باطل کا نچوڑ سمجھتا تھا ایک دوسرے کو کافر قرار دیتا ہے۔ حکومت وقت بھی اس اختلاف سے بھرپور طریقہ سے فائدہ اٹھا رہی تھی اور خفیہ طریقہ سے اسے ہوا دے رہی تھی۔ امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اہل حدیث و معتزلہ کے درمیان فکری کشمکش جاری تھی اور مامون بھی ان بحثوں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ بقول مورخین مامون ہر چیز کو عقل کی کسوٹی اور فکر کے زاویہ پر پرکھتا تھا۔ معتزلہ کی بھی یہی فکر تھی جبکہ اہل حدیث عقل کو ان معاملات میں دخل اندازی کا حق نہیں دیتے تھے۔

اس افراط و تفریط کے پیش نظر امام رضاؑ اپنے موقف کو بیان کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ آپ سے نقل ہونے والی اکثر احادیث کلامی مسائل سے متعلق ہیں یا مناظرہ ہیں۔ آپؑ کے زمانہ میں زیادہ تر موضوع امامت سے بحث ہوتی تھی جبکہ قرآن کے مخلوق یا قدیم ہونے کے سلسلہ میں تو معرکہ آرائی تک کی نوبت آجاتی تھی۔ بنی عباس کے زمانہ حکومت میں درباری علماء کے نظریہ کی تائید ہوتی تھی، لوگ اپنے بادشاہ کے دین کو اختیار کرتے تھے۔ شیعوں کو ائمہ معصومین سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی لہٰذا اس دوری کی بنا پر ان میں بھی اعتقادی خامیاں ظاہر ہونے لگیں

چنانچہ ابی نصر بزنطی سے روایت ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے عرض کی:
شیعوں میں سے بعض جبر کے معتقد ہو گئے ہیں جبکہ کچھ لوگ
اختیار کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ میں نے امام رضاؑ سے مسئلہ
کی وضاحت کرنے کی درخواست کی۔[1]

ایک جگہ امام رضاؑ کو ایک شیعہ نے مخاطب کر کے عرض کی:
"فرزند رسول! ہمیں خدا کے بارے میں کچھ بتائیے کیونکہ
ہمارے علماء کے درمیان خدا کی معرفت کے سلسلہ میں بہت
زیادہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔"[2]

مذکورہ دونوں سوالوں کا اصل محرک یہ تھا کہ اہل حدیث ظواہر آیات و روایات کو قبول کرتے تھے اور اس کی اور پھر یہودیت و مسیحیت کے نافذ کردہ افکار کے تحت خدا کو ایک انسان کی شکل میں پیش کرتے تھے شیعہ بھی خود کو روایات کا پابند سمجھتے تھے لہٰذا ایسی روایات کے پیش جو کہ تشبیہ پر دلالت کرتی ہیں امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا چنانچہ امام نے جبر و تشبیہ کے عقیدہ کی رد میں اپنے آباء سے رسولؐ کی حدیث بیان کی:

ماعرف اللہ من شبھہ بخلقہ ولا

---

[1] التوحید ص۳۳۸

[2] التوحید ص۴۷

وصفہ بالعدل من نسبہ الیہ ذنوب عبادہٗ[1]

جس شخص نے خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی اس نے
خدا کو نہیں پہچانا اور جس نے بندوں کے گناہوں کو خدا
سے منسوب کیا اس نے خدا کو عادل نہ جانا۔

اس روایت سے جبر و تشبیہ کے دونوں اعتقادات کی اچھی طرح
نفی ہوجاتی ہے لیکن دوسری حدیث میں تشبیہ خدا کے اعتقاد کو کفر
قرار دیا گیا ہے۔ داؤد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے علی ابن موسیٰ
رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا :

من شبہ اللہ بخلقہ فھو شرک و
من وصفہ بالمکان فھو کافر[2]

جس شخص نے خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی وہ
مشرک ہے اور جو خدا کے لئے مکان کا قائل ہو
وہ کافر ہے۔

اہل حدیث اس سلسلہ میں اتنے بے باک ہوگئے تھے کہ انہوں
نے خدا کو باقاعدہ اعضاء والا بنا کر پیش کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کی یہ
فکر آج بھی اکثر اہل سنّت کے درمیان موجود ہے اور خدا کے

---

[1] التوحید ص۴۷

[2] التوحید ص۶۹

بارے میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ جب خدا جہنم سے پوچھے گا: کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو وہ کہے گا: نہیں ابھی اور چاہیئے تو خدا اس کو پر کرنے کیلئے اس میں اپنا پیر ڈال دے گا یا جب نمرود نے خدا کو معاذ اللہ مار ڈالنے کے لئے آسمان کی طرف تیر پھینکا تو وہ خدا کے پیر میں لگا تھا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خیالی خدا کو حدیث رسولؐ کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کہتے ہیں کہ خدا جس کرسی پر بیٹھتا ہے تو اس کرسی سے اس کا چار انگل حصہ بچ جاتا ہے۔ یعنی خدا اور اسی باقی ماندہ حصہ پر وہ رسولؐ کو اپنے پاس بٹھائے گا۔

امام رضا علیہ السلام نے ایسے کفر آمیز عقائد سے مسلمانوں خصوصاً شیعوں کو اس الحادی زمانہ میں بچایا اور خدا کی وحدانیت کو آشکار کرتے ہوئے اس کے جسم و جسمانیت سے مبرا ہونے کو روز روشن کی طرح ثابت کیا۔

نمازِ عید

مامون رشید نے امام رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد اس لئے بنایا تھا کہ حکومت کے اکثر مخالفین کی زبان بند کر سکے چنانچہ قوم وملت پر یہ بات ثابت کرنے کے لئے کہ اس نے امام رضاؑ کو برائے نام ولیعہد نہیں بنایا ہے بلکہ ان کے حقوق بھی ادا کئے جاتے ہیں۔ یہ طے پایا کہ امسال نمازِ عید امام رضا علیہ السلام سے پڑھوائے اس سلسلہ میں اس نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ امسال نمازِ عید آپؑ ہی کی اقتداء میں بپا ہوگی۔ امام رضا علیہ السلام نے عذر کیا۔

مامون نے کہا: اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ قوم وملت مطمئن بھی ہو جائے اور آپ کی فضیلت وعظمت بھی ان پر آشکار ہو جائے۔

قاصد نے کئی بار امامؑ و مامون رشید کے درمیان آمد و رفت کی، لیکن مامون کا اصرار بڑھتا ہی رہا۔ جب امام مجبور ہو گئے تو مامون سے کہلوایا کہ میری دلی خواہش تھی کہ اس کام سے مجھے معذور رکھا جائے لیکن اگر تمہیں اصرار ہی ہے تو میں نمازِ عید پڑھاؤں گا۔ لیکن نمازِ عید کے لئے ایسے ہی نکلوں گا جیسے میرے جد حضرت رسول خداؐ اور امیر المومنین — علی بن ابی طالب — نکلتے تھے۔

مامون نے اس شرط کو قبول کر لیا اور کہا آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں تشریف لائیں۔ یہ خبر شہر اور اس کے اطراف واکناف میں پھیل چکی

anjumhasnain2008@yahoo.com

تھی کہ نماز عید امام رضا علیہ السلام پڑھائیں گے چنانچہ ہر مسلمان باشوق و رغبت امام رضا علیہ السلام کی اقتدا میں نماز دوگانہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اور کئی سو برس کے بعد وہ رسولؐ خدا اور امیر المومنین علی بن ابی طالب کی شبیہ اور ان کی نماز کی ادائیگی کے انداز کو دیکھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ عید کی صبح مرد، عورتیں، جوان بوڑھے اور بچے راستے میں مکانوں کی چھت اور درختوں پر چڑھ گئے تھے تاکہ فرزند رسولؐ کی تشریف آوری اور رسولؐ خدا کی عظمت و جلالت اور بارگاہ ایزدی میں ان کے طریقۂ حضور کو دیکھ سکیں۔ دو سو سال سے نماز جمعہ اور عید کی معنویت مسخ ہو چکی تھی، آج نماز عید کے موقع پر سلسلہ امامت کا ایک رکن اس کالبد میں تازہ روح پھونکنے جا رہا تھا اور آج دنیا کو یہ بتا دینا چاہتا ہے کہ عبادت و سیاست میں امتزاج کی نوعیت کیا ہے۔

صبح و سویرے فوجی حکام بیت الشرف کے دروازہ پر حاضر ہو گئے کچھ پیادہ اور کچھ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ حکومت کے پورے ساز و سامان کے ساتھ دروازہ پر دست بستہ کھڑے ہیں، اور شائقین و منتظرین کی نگاہیں امام رضا علیہ السلام کے بیت الشرف کی طرف لگی ہوئی ہیں کہ آج رسولؐ کا انداز علیؑ کی شان دیکھیں۔

سورج طلوع ہونے کے بعد امامؑ نے غسل فرمایا، سفید سوتی عمامہ باندھا، جس کا ایک سرا سینہ پر اور دوسرا شانہ پر لٹکا ہوا تھا۔ اصحاب و قریبی لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ سفید عربی پیراہن کا دامن اونچا کیا، عطر لگایا، ہاتھ میں عصا لیا اور اپنے اصحاب کے ساتھ پا برہنہ

چلے اور فرمایا جو عمل میں بجا لاؤں تم بھی اسے انجام دینا ۔ چند قدم چلنے کے بعد آپؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہا۔ آپکی اس ملکوتی تکبیر کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ شش جہات سے تکبیروں کی آواز آنے لگی گویا تمام چیزیں رسولؐ کے حقیقی جانشین کی ہم آواز ہو کر تکبیر کہنے لگیں ۔

فوجی حکام ارکان حکومت یہ سمجھ رہے تھے کہ تمام خلفاء کی طرح امام بھی پر تکلف لباس میں ملبوس دنیوی آرائش کے ساتھ برآمد ہوں گے لیکن اس وقت ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب انہوں نے امام رضاؑ کو پابرہنہ اور نہایت ہی سادگی سے برآمد ہوتے دیکھا۔ امامؑ کے اتباع میں وہ بھی گھوڑوں سے اتر پڑے ، جوتے نکال کر ننگے پیر ہو گئے ۔ دروازہ پر ٹھہر کر آپؑ نے تین تکبیروں سے شروع ہونے والی دعا پڑھی:

اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر ، علیٰ ما ھدانا اللہ اکبر علیٰ ما رزقنا من بھیمۃ الانعامؑ و الحمد للہ علیٰ ما ابلانا۔

امام رضا علیہ السلام نے اس دعا کو تین بار دھرایا ، پورا مجمع آپؑ کے ساتھ اس دعا کا ورد کر رہا تھا ، پورا شہر نالہ و فریاد اور تکبیر کی

ؔ اصول کافی ۔ مولد الرضاؑ

آوازے گونج رہا تھا گویا ہر جاندار اور بے جان اپنے امامؑ کا اتباع کر رہا تھا۔ آپ نے دس قدم چلنے کے بعد پھر چار تکبیریں کہیں پورا ماحول خدا کے برحق نمایندہ کے دستِ اختیار میں تھا، پورا مجمع امام کے دیدار کی مسرت سے بے خود ہوا جاتا تھا، اس مجمع میں مامون رشید کا وزیر فضل ابن سہل بھی تھا اس نے یہ انقلاب دیکھ کر مامون کو اطلاع دی اور کہا اے امیرالمومنین! اگر اسی انداز سے امام رضا علیہ السلام عید گاہ تک پہنچ گئے تو لوگ ان پر فریفتہ ہو جائیں گے، انقلاب اور ہماری جانوں کا خطرہ ہے لہٰذا آپ امام رضا علیہ السلام کو واپس بلالیں۔

مامون نے امام کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم نے آپ کو زحمت دی، ہم نہیں چاہتے کہ آپ کو زحمت یا تکلیف ہو۔ آپ واپس تشریف لے آیئے اور لوگوں کو وہی شخص نماز پڑھائے گا جو کہ پہلے پڑھاتا تھا امامؑ نے اپنی نعلین پہنی اور اپنے گھر لوٹ آئے۔ اس صورت حال سے معمولی سے فکر کا انسان بھی اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ نصف راستے سے آپؑ کے واپس پلٹ جانے سے خود آپؑ پر اور مجمع پر کیا اثر ہوا ہوگا۔۔۔۔

مامون نے اپنی حکومت کے استحکام ہی کی خاطر امامؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپؑ نماز عید پڑھائیں اور جب بزعم ارکان حکومت و مامون کے لئے خطرہ پیدا ہوا تو امام رضا علیہ السلام کو واپس بلالیا۔ نہ نماز کی درخواست کرنے میں کوئی خلوص تھا اور نہ واپس بلالینے میں کوئی جذبہ ہمدردی تھا۔

اس ولیعہدی کے شاخسانے کا اصلی محرک مستقل طور پر سلطنتی حالات کو قابو میں رکھنے والی فکر تھی۔ چنانچہ جب مامون کو بغداد بنی عباسیوں کی طرف سے بھی خطرہ لاحق ہوا اور اسے یہ معلوم ہو گیا کہ اب بنی عباسیوں کی خوشنودی حاصل کرنا ضروری ہے تو اس نے ان کاموں کی انجام دہی کا قصد کیا جن سے بنی عباس مامون سے خوش ہو سکتے تھے۔ اس بات کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ بنی عباس کو مامون سے امام رضا علیہ السلام کے ولیعہد بنانے پر دشمن ہو گئی تھی اور دوسری طرف وہ فضل بن سہل سے بھی خوش نہیں تھے لہٰذا مامون نے ان ہی دونوں اشخاص کو راہ سے ہٹا دینے کا عزم کیا۔ کیونکہ خود مامون رشید کے الفاظ اس بات کی عکاسی کرتے ہیں، شاخسانۂ ولیعہدی ایک سیاسی تانا بانا تھا جس کا خاندان رسالت سے عقیدت اور امام رضا علیہ السلام کی عظمت و شخصیت سے کوئی تعلق نہ تھا چنانچہ اعتراضات کے جواب میں مامون نے حقیقت کا انکشاف کیا۔

حقیقت کا انکشاف

جب مامون رشید پر امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنانے کے سلسلے میں اعتراضات کی بوچھار ہوئی تو اس نے کچھ ایسی چیزیں بیان کیں کہ جس سے اس کی سیاست بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اس نے ان کے اعتراضات کے جواب میں ایک بات یہ کہی تھی:

"یہ شخص ــــ امام رضا ع ــــ خفیہ طور پر اپنے کاموں میں

سرگرم تھا اور لوگوں کو اپنی امامت کو قبول کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ ہم نے اس لئے انھیں اپنا ولیعہد بنایا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ہماری طرف بلائے اور ہماری حکومت و خلافت کو قبول کرے اور اس طرح ان کے چاہنے والوں کو یہ بات باور کرادوں کہ امام رضاؑ جس بات کا دعویٰ کرتے ہیں اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے اور خلافت ہمارے لئے موزوں ہے نہ کہ ان کے لئے۔ ہمیں اس بات کا خوف تھا کہ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے ہماری حکومت میں رخنہ واقع ہوجائے گا اور ہم اس کی تلافی نہیں کرسکیں گے اور یہ ہمارے خلاف ایسا اقدام کریں گے کہ جس کے مقابلہ کی ہم میں طاقت نہ ہوگی۔ اب جبکہ ہم نے یہ قدم اٹھا دیا ہے اور ان کے بارے میں خطا کے مرتکب ہوگئے اور ان کو بڑا بنانے کے لئے ہلاکت گاہ پر لا کھڑا کیا ہے اب سہل انگاری سے کام نہیں لینا چاہیئے اس طرح رفتہ رفتہ ان کی عظمت و منزلت کو گھٹائیں تاکہ لوگوں کے سامنے انھیں اس صورت میں پیش کریں کہ یہ ان کی نظروں میں خلافت کے مستحق نہ رہیں اس کے بعد آپ کے بارے میں ایسا طریقہ سوچا جائے کہ اگر ان سے کچھ ایسے خطرات محسوس ہوں جن سے ہمیں نقصان پہنچے کا

اندیشہ ہو تو اس کی روک تھام کی جائے۔"[1]

اسی طرح جب وہ خراسان سے بغداد پہنچا تو بنی عباس کی ضعیفہ وشاعرہ کہ بنی عباس جس کی بہت عزت کرتے تھے وہ مامون کے پاس آئی اور کہنے لگی:

"مامون! تم نے بنی عباس سے خلافت ہٹا کر اولاد علیؑ میں منحصر کردی تھی، مامون نے جواب دیا میں نے ولیعہد بنا کر خلافت کو بچا لیا ہے۔ اب آئندہ بھی اسی خاندان میں خلافت باقی رہے گی اگر میں اقدام نہ کرتا تو حالات کا تقاضا تھا کہ خلافت بنی عباس کے ہاتھوں سے نکل جائے"

اگر واقعاً مامون خلافت کو اولاد رسولؐ و علیؑ کا حق سمجھتا تھا اور حقیقت میں ان کی فضیلت و عظمت، علم و تقویٰ اور انسانی اقدار کی بلندی سے واقف تھا تو امام رضاؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے بیٹے حضرت امام محمد تقیؑ کو کیوں ولیعہد مقرر نہ کیا؟ جبکہ امام محمد تقیؑ کو اپنا داماد بھی بنا لیا تھا اور بظاہر آپؑ کے علم و فضل کا معترف بھی تھا اور یحییٰ بن اکثم کو مناظرہ میں بھی امام محمد تقیؑ کم سنی میں شکست دے چکے تھے لیکن مامون نے ولیعہدی کے بارے میں کوئی لفظ نہ کہا۔ یہاں پہنچنے کو بہانہ نہیں بنایا جاسکتا ہے کیونکہ مامون کے باپ ہارون نے اس شخص کی

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۱۶۸،۱۶۷

ولیعہدی پر بیعت لی تھی جو امامؑ سے چھوٹا تھا۔

امام رضاؑ کی شہادت اور قاتل

امام رضاؑ کے لئے مامون نے شہر سے دور طوس میں ایک باغ کا انتخاب کیا چنانچہ اس نے سرخس سے طوس کا سفر کیا اور "سناآباد" گاؤں سے باہر حمید بن قحطبہ کے باغ میں بنے ہوئے کمروں میں ایک میں خود ٹھہرا اور دوسرا امام رضاؑ کے قیام کے لئے مخصوص کیا۔ امام رضاؑ کے کمرہ کا راستہ بھی مامون ہی کے کمرہ سے تھا۔ اسی عمارت کے سرداب میں ہارون کی قبر تھی۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے ایک غلام سے کہا: تم چند روز اپنے ناخن نہ بنانا جب اس کے ناخن بڑے ہو گئے تو اس نے گرد ایسی کوئی چیز غلام کو دی اور غلام سے کہا: اس کو تم اپنے ناخن پر چھڑک لو اور اس کو ایک جگہ بٹھا کر ایک کمرہ میں گیا اور امام رضاؑ کو اپنے کمرہ میں بلایا کہ اس وقت آپ سے مجھے بہت ضروری کام ہے جب امام رضاؑ تشریف لائے تو خود اٹھ کر غلام کے پاس گیا اور کہا کہ: "تازہ انار چن کر اپنے ہاتھوں سے ان کا عرق نکال کر لاؤ" غلام نے مامون کے حکم کے مطابق گلاس میں انار کا عرق نکالا اور مامون کے پاس لے گیا مامون نے خود گلاس لے کر امام کی طرف بڑھایا تو امامؑ نے نوش فرمانے سے انکار کیا لیکن مامون نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپؑ نے نوش کر لیا اور زہر نے اپنا اثر دکھایا اور امام کی روح ملائے اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مامون نے سوئیوں کے ذریعہ انگوروں

میں زہر پیوست کیا اور وہ انگور امام رضا علیہ السلام کو کھلائے اور ان کے کھانے سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ۔ یہ اختلاف اس لئے ہے کہ قاتل خود مامون ہے کسی دوسرے شخص سے اس کا انکشاف نہیں ہوا ۔ البتہ مامون نے بعد میں یہ بتایا تھا کہ ہم لوگ انگور کھا رہے تھے امام رضاؑ نے کچھ زیادہ تناول فرما لئے کہ جسکی وجہ سے ان کی موت واقع ہو گئی ۔ یہ سانحہ اواخر صفر سنہ ۲۰۳ھ ق کا ہے ۔

شہادت کے بعد مامون نے گریبان چاک کیا اور شور و شین میں مشغول ہوا ، اس کے کارندوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ زیادہ انگور کھانے سے امام رضاؑ کی موت واقع ہو گئی ہے ۔ مامون نے لوگوں کو دکھانے اور اپنے جرم کو چھپانے کی وجہ سے شان و شوکت کے ساتھ جنازہ اٹھوایا ۔ خود روتا پیٹتا ساتھ ساتھ چلا اور اپنے باپ ہارون کی قبر کے پاس طوس میں سپرد خاک کر دیا ۔ بعد میں یہ جگہ عظمت و تقدسِ امام کی وجہ سے مشہد رضا کے نام سے مشہور ہو گئی اور ہارون کا نام و نشان مٹ گیا ۔ روضۂ امام رضاؑ کی تاریخ اور معجزات سے متعلق ہم آئندہ تفصیل سے بحث کریں گے ۔

مامون کے دیگر مظالم

"تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام رضاؑ کو خود مامون نے زہر دیا تھا اور قاتل کے چہرہ سے نقاب اسی زمانہ میں اٹھ چکی تھی ۔ لوگ کہتے تھے کہ امام رضاؑ کو مامون رشید نے زہر دیا ہے" یہاں تک کہ مامون نے اس بات کا شکوہ کیا تھا کہ لوگ مجھ پر یہ تہمت کیوں

لگاتے ہیں کہ امام رضاؑ کو میں نے شہید کیا ہے۔

شہادت کے روز ہی اتنا شور ہوا کہ مامون رشید نے امام رضا کے چچا محمد بن جعفر کو لوگوں کے پاس بھیجا اور کہا کہ لوگوں کو متفرق کرنے کے لئے یہ کہہ دو کہ امام رضاؑ آج آشوب سے بچنے کی خاطر گھر سے باہر نہیں نکلیں گے۔

ابراھیم بن موسیٰ نے مامون کے خلاف اسی لئے قیام و بغاوت کی تھی کہ وہ اپنے بھائی کے قتل میں مامون کا ہاتھ سمجھتے تھے چنانچہ مامون نے انھیں بھی زہر سے شہید کرادیا۔ اسی طرح مصر میں امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰ نے مامون کے خلاف انقلاب بپا کیا تھا اور انھیں بھی مامون نے زہر کا پیالہ پلادیا۔

بعض مورخین نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جب امام رضاؑ کے بھائی احمد بن موسیٰ مامون رشید کے حیلوں سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے بارہ ہزار افراد کے ساتھ بغداد میں شورش شروع کی۔ مامون کے کارندوں نے شیراز میں قتلغ خان پر خلیفہ کے حکم سے ان کا مقابلہ کیا اور کشمکش کے بعد احمد بن موسیٰ اور ان کے بھائی، محمد عابد، کو مع ان کے انصار کے شہید کردیا گیا۔

بعض صاحبان تحقیق کا قول ہے کہ اسی زمانہ میں مدینہ سے بیس علوی خراسان کے لئے روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں عظیم الشان شخصیت جناب فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر "معصومۂ قم" بھی تھیں۔ مامون کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اس قافلہ پر ٹوٹ پڑے اور انھیں متفرق د

مجروح کردے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ہارون بن موسیٰ بھی مجروح ہوئے اس وقت تو جان بچ گئی لیکن بعد میں مامون کے گماشتوں نے دسترخوان پر دھوکے سے شہید کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت معصومہؑ قم کو بھی ساوہ میں زہر دیا گیا تھا، لیکن وہاں سے آپ کو اہل قم اپنے ہمراہ لے آئے اور سترّہ روز قم میں عبادت الٰہی انجام دے کر راہی جناں ہوئیں۔

تبصرہ

ہم نے اپنی کتاب "حضرت معصومہؑ اور شہر مقدس قم" میں بعض اہل تحقیق کے حوالے سے یہ بات سپرد قلم کی ہے کہ جناب معصومہؑ مدینہ سے اپنے تیئیس ۲۳ بھائی بھتیجوں کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوئیں تاکہ وہاں اپنے بھائی کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکیں لیکن جیسے ہی قافلہ "ساوہ" پہنچا تو وہاں کے باشندے قافلہ والوں سے ٹکرائے اور شدید جنگ کے بعد اس مختصر تعداد کو انہوں نے خاک و خون میں غلطیدہ کر دیا۔ اس جانکاہ صدمے سے حضرت معصومہ بیمار ہوگئیں اور ایک ماہ کے اندر اندر آپؑ نے دار فانی سے کوچ کیا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حضرت امام رضاؑ کی زندگی میں رونما ہوا تھا اور اس میں حکومتِ وقت کا کوئی ہاتھ نہیں تھا تو ایک بستی کے لوگوں نے یہ جرأت کیسے کی کہ ولیعہد کے عزیزوں سے جنگ کر سکے

انھیں شہید کر دیں اور اگر جہالت و عداوت کی بنا پر وہ اس سانحہ کے مرتکب ہو گئے تھے تو حکومت وقت نے ان کے خلاف کوئی کاروائی کیوں کی؟ مجھے ابھی تک کسی کتاب میں یہ تفصیل نہیں مل سکی ہے کہ مامون کی حکومت نے "ساوہ" کے باشندوں کو اس قتل و غارت گری پر عبرت ناک سزا دی ہو!!

کچھ صاحبان بصیرت کا خیال ہے کہ یہ سانحہ حضرت امام رضاؑ ہی کی زندگی میں رونما ہوا تھا لیکن مامون رشید اپنے علم و ذہن کی بناء پر یہ جانتا تھا کہ اگر حضرت امام رضاؑ کے پاس ان کی بہن فاطمہ بنت موسیٰ پہنچ گئیں اور دونوں بھائی بہن یکجا ہو گئے تو ایک نئی مشکل کھڑی ہو جائے گی کہ جس کا سد باب کرنا آسان نہ ہو گا اور اگر میں نے رضاؑ کو قتل کر دیا اور فاطمہ زندہ رہیں تو پھر تاریخ اپنے آپ کو دھرائے گی اور فاطمہ بنت موسیٰ ثانیٔ زینبؑ قرار پائیں گی اور میری وہی حالت ہو گی جو یزید بن معاویہ کی ہوئی تھی اور آج تک کی ساری پیش بندیاں خاک میں مل جائیں گی۔ لہٰذا مامون نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ حضرت معصومہؑ اپنے قافلہ کے ساتھ خراسان تک نہ پہنچنے پائیں۔ درندے حکم کے تابع تھے انہوں نے ایسا ہی کیا اور بہن اپنے بھائی کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کئے بغیر ہی دنیا سے چلی گئی، اور مجبور امام بہن کو معجزانہ طور پر سپرد خاک کر گئے لیکن مامون کے مظالم کی یہیں انتہا نہیں ہوئی بلکہ اس نے امام موسیٰ کاظمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت حمزہ بن موسیٰ بن جعفر کو بھی قتل کرا دیا۔ مامون کے باپ ہارون نے صرف ایک امام موسیٰ کاظم کو شہید کیا تھا لیکن مامون نے تو ساتویں امام کے پورے گھرانے ہی کے خون سے اپنی دشمنی کی پیاس بجھائی ہے!

شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "المامون" میں لکھا ہے کہ: "مامون ایسے باعلم وفضل انسان کے بارے میں اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ شیعہ تھا اور شیعہ کہتے ہیں کہ وہ سنی تھا"۔ حقیقت یہ ہے کہ شبلی نعمانی اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ مامون سنی المسلک تھا لیکن چونکہ مامون نے امام رضاؑ کو ولیعہد بنا کر اہل سنّت کی جڑ اور منبع بنی عباس کی مخالفت کی تھی اس لئے اہل سنّت اسے اپنے مذہب میں شامل کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن صدر اسلام سے آج تک کے مسلمان اس بات کے گواہ ہیں کہ اہل تشیع اس شخص کو مسلمان کہتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویدار بھی ہو اور خلفاءِ ثلاثہ کا شیفتہ بھی۔ مگر کسی امام کے قاتل کو وہ ان معنوں میں مسلمان بھی نہیں سمجھتے چہ جائے کہ شیعہ تسلیم کریں۔ جبکہ اہل سنت ائمہ طاہرین کے قاتلوں کو فخر سے مسلمان اور مذہب سلف کا پابند تصور کرتے ہیں۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ مامون سنی تھا یا شیعہ، اور اکثر علماءِ اہل تسنّن و علماءِ تشیع کے نزدیک یہ طے ہو چکا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کا قاتل مامون رشید ہی ہے۔

فصلِ دوّم

سیرت و اخلاق

anjumhasnain2008@yahoo.com

زہد و عبادت

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام تمام ائمہ کی طرح پاک و پاکیزہ، نفسانی فضائل اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے۔ زہد و عبادت، علم و فراست، جود و سخاوت، خاکساری اور پارسائی میں صاحب خلق عظیم نمونۂ رسول تھے اور اپنے اجدادؑ کی مانند تھے۔

محمد بن عباد سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام گرمی کے زمانہ میں چٹائی پر اور سردی کے زمانہ میں ٹاٹ پر بیٹھتے تھے۔ نیچے موٹا لباس پہنتے تھے۔ گھر سے باہر نکلتے تو آراستہ ہو کر نکلتے تھے۔

ابو الصلت سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں "سرخس" پہنچا تو اس گھر پر دستک دی کہ جس میں امام رضا علیہ السلام قید تھے۔ داروغہ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا: تمہاری ان سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔

میں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا: امام رات دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ صرف طلوع اور زوال آفتاب سے کچھ پہلے نماز سے

فارغ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی مصلی پر تشریف فرما رہتے ہیں اور خدا سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

راوی نے دارو غہ سے کہا: ان ہی اوقات میں آپ میرے لئے ان سے اذن ملاقات و شرفیابی حاصل کرلیں۔ جب اس نے اجازت لے لی اور میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام رضاؑ مصلی پر تشریف فرما ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ کائنات کے اسرار کے بارے میں غور کرنا بجائے خود بہت بڑی عبادت ہے۔ امام رضاؑ اگرچہ اس وقت نماز میں مشغول نہیں تھے لیکن عبادت خدا فرما رہے تھے۔ شب و روز کی اس عبادت کے باوجود امام رضاؑ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کرتے اور فرماتے تھے اگر میں چاہوں تو تین دن سے پہلے ہی قرآن ختم کر سکتا ہوں لیکن تلاوت کے وقت آیات کے بارے میں یہ غور کرنے لگتا ہوں کہ یہ آیت کس موضوع کے بارے میں، کس وقت اور کہاں نازل ہوئی ہے، اس لئے تین روز میں ختم کرتا ہوں معصوم کا ہر فعل قابل اتباع ہے۔ مسلمانوں کو سیرت امام پر عمل کرنا چاہئے اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس کے مفہوم کے بارے میں بھی غور کرنا چاہئے۔

اسی طرح امام رضا علیہ السلام اکثر اوقات روزہ سے رہتے تھے، اول، اوسط اور آخر ماہ کے روزے قطعی نہیں چھوڑتے تھے۔ فرماتے تھے ان دنوں میں روزہ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے انسان ہمیشہ روزہ رکھتا ہے۔ ان ایام کے روزہ رکھنے کے، شب و روز میں ہزار رکعات نماز پڑھنے اور

تلاوتِ کلام پاک کرنے کا تعلق ذات ایزد منان سے ہے لیکن خدا کے بندوں سے امام کا کیا سلوک تھا؟ ملاحظہ فرمائیں:

تواضع اور فروتنی

انسان کے صفات حمیدہ اور خصائل ستودہ میں سے تواضع اور فروتنی بھی ہے۔ یہ صفات خالص انسانی اقدار کو اجاگر کرتے ہیں۔ اگر جاہ و جلال اور دنیوی اغراض کے تحت تواضع اور فروتنی کا اظہار کیا جاتا ہے تو تملق و چاپلوسی شمار ہوتا ہے، جو کہ مذموم ہے۔ خداوند عالم ان لوگوں کو اپنے خالص بندے قرار دیتا ہے جو کہ اپنی زندگی میں خاکساری اختیار کرتے ہیں۔ ائمہ، خدا کے خاص و خالص بندے ہیں وہ تمام اخلاق و فضائل انسانی میں دوسروں کے لئے نمونۂ عمل ہیں، ان کی سوانح عمری کے مطالعہ سے ہر انسان اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے، ہمارے آٹھویں امام حضرت رضاؑ کی سیرت بھی اسوہ ہے۔ تمام ائمہ کی طرح آپ بھی منصب امامت پر فائز ہونے اور ذریت رسولؐ سے ہونے کے باوجود مختلف طبقات کے لوگوں سے خاکساری اور فروتنی سے پیش آتے تھے۔ ابراہیم بن عباس سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو گفتگو کے دوران سخت کلامی کرتے کسی کو برا کہتے اور کسی کا کلام قطع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ آپ سامنے والے کی بات کے ختم ہونے کا انتظار کرتے تھے جب اس کی بات ختم ہو جاتی تب آپ اپنی بات شروع کرتے تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی کے سامنے

پیر پھیلا کر بیٹھتے تھے، کسی غلام سے سخت کلامی سے پیش نہیں آتے تھے، آپ کو کبھی تھوکتے ہوئے اور قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ ہاں مسکراتے تھے۔ خلوت ہو جاتی تھی تو اپنے غلاموں اور دربانوں کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اور اس طرح طبقاتی نظام اور پست و بلندی کے پوتح خیال کو عملی طور پر کچل دیتے تھے۔ ائمہ اثنا عشر سے عقیدت رکھنے والے امام کی سیرت کو اپنا کر اسلام اور اس کے معصوم پیشواؤں کے آئین و افکار کو زندہ کرنے کی کوشش کریں اور نفس امارہ کی فکر سے متاثر نہ ہوں۔

شیخ کلینیؒ نے ایک بلخی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: "میں خراسان کے دو سفر میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا، ایک روز کھانا طلب کیا اور غلاموں کو دسترخوان پر جمع کیا، میں نے عرض کیا: کاش! آپ ان لوگوں کا کھانا الگ کر دیتے۔ آپ نے فرمایا: خاموش! ہم سب کا خدا ایک اور ہم سب کے ماں باپ ایک، جزاء کا تعلق اعمال سے ہے۔ امام رضا کا یہ عمل و قول قرآن مجید کی آیت انّما اکرمکم عند اللّٰہ اتقیٰکم کی واضح تفسیر ہے۔

امام رضا علیہ السلام کے خادم — یاسر — نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا: "جب تم کھانا کھانے میں مشغول ہو اور میں تمہارے پاس آ کر کھڑا ہو جاؤں تو تم میری تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہونا، یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔ اسی وجہ سے ہم امام کے جواب میں اکثر کہہ دیتے تھے، کھانا کھا رہے ہیں چنانچہ امام بھی فرماتے تھے ٹھیک ہے کھانے سے فارغ ہو جاؤ۔

ایک شب اپنے مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے، گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔ اچانک چراغ میں کوئی خرابی ہو گئی۔ مہمان نے ہاتھ بڑھا کر چراغ کو صحیح کرنا چاہا۔ امامؑ نے فرمایا: ہم مہمانوں سے کام نہیں لیتے ہیں۔

علم

واضح رہے امامؑ کے علم کا دوسرے کے علم سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ امام کا علم موہوبی اور الہامی ہوتا ہے۔ یہ علم انھیں خداوند عالم کی طرف سے حاصل ہوتا ہے جبکہ دوسروں کا علم تحصیلی اور کسبی ہوتا ہے البتہ علم اور دیگر فضائل و کمالات کے اعتبار سے خود ائمہ اثنا عشر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور حالات کے مطابق ہر ایک اپنے علم کا اظہار کرتا ہے۔ وہ کسی سے اپنے علم میں اضافہ کی خاطر کوئی سوال نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ دوسروں کے سوالوں کو جواب دیتا ہے اور اپنے علم کی روشنی پھیلاتا ہے۔ جس سے خدا کے دین کے احکام واضح ہوتے ہیں۔

طبرسی نے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے نہیں دیکھا کہ امام رضاؑ نے کسی سے کوئی علمی سوال کیا ہو یا اپنے علم کے بجائے دوسروں سے کوئی چیز نقل کی ہو، اپنے زمانہ کے اعلم تھے۔"

طبرسی ہی نے ابوالصلت ھروی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے بڑا عالم نہیں دیکھا، اس بات کی ہر وہ دانشور تصدیق کرتا تھا جو آپ کے ساتھ نشست و برخاست

کرتا تھا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے تھے: ''میں روضۂ رسول میں بیٹھا تھا، بہت سے علما بھی وہاں جمع تھے۔ جب وہ کسی مسئلہ سے عاجز ہو جاتے تھے تو میری طرف اشارہ کرتے تھے کہ ان سے سوال کرو اور میں سب کے سوالات کے جواب دیتا تھا۔''

ابوالصلت ہی سے روایت ہے کہ اسحٰق بن موسیٰ بن جعفرؑ کہتے تھے:

''میرے والد (ساتویں امام) اپنے بیٹوں سے فرماتے تھے: یہ تمہارے بھائی — رضاؑ — عالم آل محمدؐ ہیں ان سے اپنے مسائل دریافت کیا کرو اور ان کی باتوں کو یاد رکھو۔ میرے پدر بزرگوار جعفر بن محمدؑ مجھے مکرر فرماتے تھے: عالم آل محمد تمہارے صلب سے ہوگا، کاش میں ان سے ملاقات کرتا وہ حضرت علیؑ کے ہم نام ہیں۔''

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب — مناقب — میں سلیمان جعفری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھا، گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا وہ سوال کرتے تھے اور امام جواب دیتے تھے میں نے اپنے دل میں خیال کیا یہ پیغمبر ہیں، امام فوراً میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سلیمان ائمہ علماء اور حلیم ہوتے ہیں۔ نادان انھیں پیغمبر سمجھتے ہیں جبکہ وہ پیغمبر نہیں ہوتے۔''

طبرسی نے ابوالصلت سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''امام رضا علیہ السلام کو میں نے ہر زبان میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے، خدا کی

قسم آپؑ زبان کے فصیح تھے - ایک روز میں نے عرض کی : اے فرزند رسولؐ!
مجھے تعجب ہے کہ آپ کیسے سب زبانیں جانتے ہیں؟ فرمایا : اے ابوالصلت!
میں لوگوں کے درمیان حجت خدا ہوں - اور لوگوں پر خدا نے اس طرح اپنی
حجت تمام کی ہے - ائمہ تمام زبانوں سے واقف ہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ
امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا : خدا نے ہمیں فصل الخطاب ــــ مختلف زبانوں کا
علم ــــ عطا کیا ہے - یہاں تک کہ حیوانات وچرندو پرند کی زبانوں کا
علم بھی عطا کیا ہے -

امام رضا علیہ السلام کے خادم جناب یاسر سے منقول ہے کہ حضرت
امام رضا کا ایک غلام رومی تھا - وہ رومی زبان ہی بولتا تھا اس سے رومی زبان
میں گفتگو کرتے تھے اور ایرانی و ہندی اطبا سے ان کی زبان سے گفتگو
کرتے تھے لیکن یاسر اس گفتگو سے کچھ نہیں سمجھ پاتے تھے' بعد میں امام سے معلوم
کرتے تو امام ان کی عقل کے مطابق سمجھا دیتے تھے"

آج بھی دنیا کے گوشہ وکنار سے عقیدت مند مرقد مطہر کی زیارت
کے لئے آتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی زبان میں حاجت روائی کی دعا کرتے
ہیں - ہندوستانی و پاکستانی اردو و پنجابی و سندھی میں، عرب عربی
میں، ایرانی فارسی میں، ترکی، ترکی میں .... اور امام سب کی حاجت
پوری کرتے ہیں - اگر امامؑ کو تمام زبانوں کا علم نہ ہو تو سب کی حاجت روائی
نہیں کر سکتے - جبکہ سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں -

سخاوت و بخشش

سخاوت کریم النفس لوگوں کا شیوہ ہے ایسے لوگوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔ اہل بیتؑ کی ہر فرد اس صفت سے مکمل طور پر متصف تھی۔ ہر امام نے اپنے زمانہ میں سخاوت کے دریا بہائے ہیں اور بادشاہانِ وقت کو انگشت بدنداں کیا ہے۔ امام رضاؑ کی سخاوت و انفاق کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

شہر ابن آشوب لکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے خراسان میں عرفہ کے روز اپنا سارا مال راہِ خدا میں دیدیا۔ فضل ابن سہل نے عرض کی ایسی بخشش اسراف ہے۔ فرمایا: یہ غنیمت ہے اور اس چیز کو اسراف نہ قرار دو جس کے ذریعہ اجر و کرامت طلب کرتے ہو۔

ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مولا! اپنی مروت کے مطابق مجھے عطا کیجئے! امامؑ نے فرمایا: میں اتنا نہیں دے سکتا۔ اس نے کہا میری مروت کے مطابق دیجئے امام نے فرمایا: اتنا دے سکتا ہوں۔ اس کے بعد غلام سے فرمایا: کہ اسے دو سو دینار دیدو

الیسع بن حمزہ نقل کرتے ہیں کہ: میں امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں تھا اور لوگ بہت سے حلال و حرام کے مسائل آپؑ سے معلوم کر رہے تھے اسی اثنا میں ایک دراز قد گندمی رنگ کا آدمی مجلس میں وارد ہوا اور عرض کی فرزندِ رسولؐ! آپ پر میرا اسلام میں آپؑ اور آپؑ کے اجداد کا دوستدار

ہوں، مکہ سے واپس آیا ہوں، پیسہ گم ہو گیا ہے، منزل تک نہیں پہنچ سکتا اگر آپ میری مدد فرمائیں تو، چونکہ میں صدقہ کا مستحق نہیں ہوں لہٰذا اپنے شہر پہنچ کر وہ پیسہ آپ کی طرف سے صدقہ دیدوں گا۔"

امامؑ نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" تھوڑی دیر لوگوں سے گفتگو کرتے رہے جب لوگ چلے گئے تو امام گھر میں تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد دروازہ کے پیچھے سے آواز دی کہ خراسانی کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا: مولا! یہاں ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: یہ دو سو دینار لے جاؤ، خرچ کرو اور صدقہ کے طور پر نہ دینا۔ مبارک سمجھنا، نہ میں تمہیں دیکھوں نہ تم مجھ کو دیکھو۔ جب وہ شخص باہر چلا گیا تو سلیمان نے امامؑ سے دریافت کیا، آپ نے اس پر احسان کیا ہے تو دروازہ کے پیچھے سے کیوں کیا ہے؟ فرمایا: میں ڈرتا تھا کہ کہیں اس کی حاجت روائی کے وقت سوال کی ذلت کو میں اس کے چہرہ پر نہ دیکھ لوں۔ کیا تم نے رسولؐ خدا کا قول نہیں سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے احسان کو مخفی رکھتا ہے اس کی فضیلت ستر حجوں کے برابر ہے اور جو گناہ آشکار کرتا ہے وہ ذلیل وخوار ہے اور گناہ کو چھپانے والا مغفور ہے۔"

ابونواس شاعر

رسم ولیعہدی کے موقع پر مامون نے ابونواس سے کہا تم تو جانتے

ہی ہو کہ میری نظروں میں علیؑ ابن موسیٰ رضاؑ کی قدر و منزلت کتنی ہے۔ تم نے اشعار کہنے میں کیوں تامل سے کام لیا ہے؟ حالانکہ تم شاعر زمانہ ہو۔

ابو نواس نے کہا:

قیل لی انت اوحد الناس طرّا	فی فنون من الکلام النبیہ
لک من جوھر الکلام بدیع	یثمر الدرّ فی یدی مجتنیہ
فعلام ترکت مدح ابن موسیٰ	والخصال التی تجمّعن فیہ؟
قلت لا اھتدی لمدح امام	کان جبریل خادمًا لابیہ[1]

مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم سخنوری اور نکتہ سنجی میں وحید عصر ہو تم بہترین کلام کے مالک ہو جو تمہارا کلام سنتا ہے اس کے لئے ایسا ہی ہے جیسے تم اس کے دامن کو ہیرے جواہرات سے بھر رہے ہو۔ اس کے باوجود فرزند موسیٰ کاظمؑ کی مدح نہیں کی اور ان میں جمع شدہ خصائل و فضائل کا ذکر نہ کیا؟ میں نے کہا: میں امام کی مدح سے عاجز ہوں اور میں کیسے ان کی مدح کر سکتا ہوں کہ جبرئیل ان کے والد کے خادم رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ابو نواس نے امام کی مدح میں چند اشعار کہے اور آپؑ سے سننے کی درخواست کی۔ آپؑ نے فرمایا پڑھو! ابو نواس نے اس طرح اپنے کلام کا آغاز کیا:

---

[1] امام رضا علیہ السلام مؤلفہ فضل اللہ کمپانی

مطہرون نقیات ثیابہم ۔۔۔ تجری الصلوٰۃ علیہم اینما ذکروا

من لم یکن علویا حین تنسبہ ۔۔۔ فما لہ من قدیم الدھر مفتخر

فاللہ لما برا خلقا فاتقنہ ۔۔۔ صفاکم واصطفیکم ایہا البشر

فانتم الملأ الاعلیٰ وعندکم ۔۔۔ علم الکتاب وما جاءت بہ السور[1]

اہل بیت پاک و پاکیزہ اور ان کا دامن ہر عیب سے پاک ہے جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے وہیں ان پر درود بھیجا جاتا ہے۔ انتساب کے وقت جس کے خاندان کا سلسلہ حضرت علی تک نہ پہنچے تو زمانہ قدیم سے اس کے لئے کوئی فخر و مباہات نہیں ہے جب سے خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور اس کے کام کو محکم کیا ہے۔ اسی وقت سے آپ حضرات کو تمام لوگوں کے درمیان سے برگزیدہ کیا ہے۔ آپ تو ملائے اعلیٰ کی ہستیاں ہیں اور قرآن اور اس کے سوروں میں بیان ہونے والی چیزوں کا علم آپ کے پاس ہے۔

ابو نواس کے یہ اشعار سن کر امام رضاؑ نے غلام سے فرمایا: کچھ تمہارے پاس ہمارے دینار ہیں؟ غلام نے عرض کی تین سو دینار میرے پاس ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ ابو نواس کو دیدو اس کے بعد فرمایا: شاید یہ مقدار کم ہے لہٰذا اپنے ناقے سے اتر پڑے اور وہ بھی شاعر کو عطا کر دیا۔

---

[1] عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۱۴۳ منقول از حضرت رضا ص ۱۱۹

مداح اہل بیتؑ دعبل

شیخ صدوقؒ نے عبدالسلام ہروی سے روایت کی ہے کہ مرو میں دِعْبَل بن علی خزاعی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور عرض کی فرزندِ رسولؐ! میں نے آپ کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے اور یہ قسم کھائی ہے کہ آپ کے علاوہ یہ قصیدہ کسی کو نہ سناؤں گا۔ امامؑ نے فرمایا سناؤ! دعبل نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔

دِعْبَل کا یہ قصیدہ بہت طویل ہے تقریباً ایک سو بیس[1] اشعار پر مشتمل ہے۔ صاحب کشف الغمہ نے پورے قصیدہ کو نقل کیا ہے لیکن ہم یہاں اختصار کے پیش نظر اس کے چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں[2]:

ولو قلدوا الوصی الیہ امورھا ۔۔۔ لزمت بمامون علی العثرات

اخی خاتم الرسل المصفیٰ من لقذر ۔۔۔ ومفترس الابطال فی الغمرات

فان جحدوا کان الغدیر شہیدہ ۔۔۔ وبدر واحد شامخ الھضبات

وآیٍ من القرآن تتلی بفضلہ ۔۔۔ وایثارہ بالقوت فی اللزبات

نجی لجبریل الامین وانتم ۔۔۔ عکوف علی العزّیٰ معاً ومنات

اگر لوگ کار خلافت اس شخص کو تفویض کر دیتے جس کو رسولؐ

---

[1] دیوان میں صرف ۱۱۵ اشعار ہیں جبکہ دیگر کتب میں ایک سو بیس ہیں۔

[2] دیوان دعبل بن علی الخزاعی ص ۱۳۰ الطبعۃ الثانیہ سنہ ۱۹۷۲ء

نے وصی مقرر کیا تھا تو امور کی زمام اس کے دست اختیار میں چلی جاتی جو کہ خطا و لغزش سے محفوظ تھا۔ وہ خاتم الانبیاءؐ کے بھائی ۔ علیؑ ۔ رجس سے محفوظ و پاک تھے اور جنگوں میں دلیروں کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے تھے۔

اگر لوگ ان کے وصی اور شجاع ہونے کا انکار بھی کر دیں تو بھی واقعۂ غدیر خم اور جنگ بدر و احد کے بلند پہاڑ اس کی گواہی دیتے ہیں۔

سختیوں اور قحطوں میں ان کی فضیلت اور ایثار کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں ۔ جیسے سورۂ ہل اتیٰ ۔ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

جب رسول خداؐ پر وحی نازل ہوتی تھی ۔ علیؑ ۔ اس وقت جبرئیل کے ہم راز تھے اور تم ۔ خلافت کے غاصبو! ۔ عزیٰ و منات کی پوجا کر رہے تھے۔

دعبل نے اسی قصیدہ میں رسول خداؐ، علی مرتضیٰ اور حسنؑ و حسینؑ کے فضائل بیان کئے ہیں اور پھر جب سیدہؑ کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ اگر آپؑ اپنے بیٹے حسینؑ کا خیال دل میں لاتی ہوں گی کہ وہ کربلا کی گرم ریت پر مقتول پڑے ہیں اور انھیں فرات کے کنارے تشنہ لب شہید کیا گیا ہے تو اس سے اے بی بی! آپ کا جگر پاش پاش ہو جاتا ہوگا اور آنکھوں سے سیلاب اشک پھوٹ پڑتا ہوگا۔ اے فاطمہؑ! اٹھئے اور آسمانِ امامت کے ان ستاروں پر

نوحہ گری کیجیے جو کہ بیابان کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

دعبل کے ان اشعار کو سن کر امام رضاؑ نے گریہ فرمایا اور وہاں سے اٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد خادم آیا اور اس نے دعبل کو چھ سو دینار دیئے اور کہا: آپؑ نے فرمایا ہے کہ یہ دینار تمہاری نذر ہے۔

یہ سن کر دعبل نے کہا: خدا کی قسم میں نے اس لئے قصیدہ نہیں کہا ہے۔ دعبل نے دینار خادم کو واپس دیکر کہا کہ: امام رضاؑ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ مجھے کوئی لباس مرحمت فرمادیں جو کہ تبرک کے طور پر میرے پاس رہے

امام رضاؑ نے ایک جبہ کے ساتھ پھر دینار واپس بھیجد یئے اور خادم سے فرمایا: دعبل سے کہدو کہ یہ دینار اپنے پاس رکھ لو کہ آئندہ تمہیں ان کی ضرورت پیش آئے گی۔

کچھ دنوں کے بعد دعبل اپنے وطن عراق کی سمت روانہ ہوئے، جس قافلہ میں دعبل شامل تھے اسے قزاقوں نے لوٹ لیا اور قافلہ والوں کے ہاتھ باندھ دیئے اور پھر لوٹے ہوئے مال کو آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ اسی اثناء میں ایک قزاق نے مثال کے طور پر اس کے قصیدہ کا درج ذیل شعر پڑھا

اریٰ فیئھم فی غیرھم متقسما   وایدیھم من فیئھم صفرات

میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا مال دوسروں میں تقسیم ہوگیا اور اب ان کے ہاتھ ان کے مال سے خالی ہیں۔

دعبل نے پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ قزاق نے کہا: یہ شاعر اہل بیت دعبل خزاعی کا ہے دعبل نے کہا: "میں ہی دعبل ہوں"۔ یہ سن کر قزاقوں

نے دعبل کے ہاتھ کھول دیئے اور ان کی وجہ سے پورے قافلہ والوں کے ہاتھ کھول دیئے اور سب کا مال واپس کر دیا۔

قزاقوں سے چھوٹ کر دعبل نے اپنی راہ لی یہاں تک کہ قم مقدس پہنچے۔ اہل قم زمانہ قدیم ہی سے دوستدار اہل بیت رہے ہیں۔ وہاں دعبل نے مومنین کو وہی قصیدہ سنایا۔ لوگوں نے بہت ستائش و عزت کی۔ کسی طریقہ سے قم والوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ دعبل کے پاس تبرک کے طور پر امام رضاؑ کا جبہ ہے انہوں نے کہا کہ اس جبہ کو ہزار دینار کے عوض ہمیں فروخت کر دو۔ دعبل نے اہل قم کے اصرار کے باوجود تو انکار کر دیا۔ قم سے روانگی پر راستہ میں جوانوں نے وہ جبہ کسی طرح اچک لیا۔ دعبل نے واپس کرنے کیلئے بہت اصرار کیا لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ کہا کہ اس کے عوض ایک ہزار دینار قبول کر لو۔ دعبل نے کہا کہ اچھا اس کا ایک ٹکڑا مجھے دیدو۔ جوانوں نے ہزار دینار کے ساتھ جبہ کا ایک ٹکڑا دعبل کو دیدیا۔

جب دعبل اپنے وطن پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی عدم موجودگی میں گھر لوٹ گیا۔ اس وقت لوگوں کے ہاتھوں امام رضاؑ کے عطا کردہ دیناروں کو فروخت کیا نتیجہ میں دعبل کے پاس دسیوں ہزار دینار جمع ہو گئے تو اب دعبل کو امام رضاؑ کی بات یاد آئی کہ "یہ دینار لے لو، تمہیں آئندہ ان کی ضرورت پیش آئے گی۔"[1]

---

[1] حضرت امام رضاؑ مؤلف کمپانی

نماز استسقا

شیخ صدوق لکھتے ہیں: ابوالحسن محمد بن القسم معروف مفسر نے اپنی اسناد سے امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جس زمانہ میں مامون نے امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد بنایا تھا اس زمانہ میں ایک مدت تک بارش نہ ہوئی چنانچہ دربار میں موجود بنی عباس کے طرفداروں نے ایک روز کہا جس دن سے مامون نے علی بن موسیٰ رضاؑ کو ولیعہد بنایا ہے اسی روز سے خدا نے بارش بند کر دی ہے۔

شدہ شدہ یہ خبر مامون کے کانوں تک پہنچی بظاہر اسے اس افواہ سے بہت زیادہ تکلیف ہوئی۔ اس نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کی بارش نہیں ہو رہی ہے بہتر ہے آپؑ خدا سے دعا کریں کہ وہ اپنی رحمت نازل کر دے آپؑ نے فرمایا کہ: میں دعا کروں گا۔ مامون نے پوچھا: کس روز؟ فرمایا: دوشنبہ کو ــــ یہ واقعہ جمعہ کے روز ہے ــــ کہا: دوشنبہ تک دیر ہو جائے گی۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے جد رسولؐ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ دوشنبہ کا انتظار کرو۔ اسی روز خدا سے دعائے باران کے لئے نکلنا، بارش ہو گی اور ان لوگوں کو

سربستہ راز کے طریقے سے اس کی خبر دیدو لیکن صاف اور واضح طریقے سے نہ بتاؤ کہ اس سے عزت و فضیلت میں اضافہ ہوگا۔

دوشنبہ کو لوگ جمع ہوگئے۔ آپؑ مرو سے باہر نکلے، لوگ آج وعدہ کے منتظر تھے۔ صحرا کے وسط میں لوگوں نے منبر نصب کیا تھا امام رضا علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے خدا کے بعد یہ دعا پڑھی: اللّٰھم یارب انت عظمت حقنا اھل البیت فتوسلوا بنا کما امرت واملوا فضلک و رحمتک و توقعوا احسانک و نعمتک فاسقھم سقیاً نافعاً عاماً غیر رایث ولا ضائر ولیکن ابتدا مطرھم بعد انصرافھم من مشھدھم ھٰذا الی منازلھم ومقارھم۔

اے اللہ! تو نے ہمارے حق کو عظمت دی ہے اور تیرے حکم سے لوگ ہم سے متوسّل ہوتے ہیں اور تیرے رحم و فضل کے امیدوار ہیں۔ پالنے والے انھیں ایسی بارش سے سیراب کردے کہ جو عام ہو نفع بخش ہو، ضرر رساں نہ ہو اور اس وقت بارش شروع فرما جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ:

"خدا کی قسم اور اس پیغمبرؐ کی قسم جس کو حق کے ساتھ لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جب لوگ اپنے اپنے گھروں کو پلٹ رہے تھے، عین اسی وقت ہوائیں چلنے لگیں، بادل چھا گئے بجلیاں چمکنے لگیں تو لوگ ڈر کے مارے بھاگنے لگے۔ امامؑ نے فرمایا: یہ بادل یہاں نہیں برسے گا بلکہ فلاں شہر پر پانی برسائے گا۔ یہاں تک کئی بار بادل آئے اور گزر گئے پھر اچانک آپ نے فرمایا: یہ بادل تمہارے شہر اور کشت زاروں کو سیراب کرے گا۔ بارش ہونے لگی اور ایسا ٹوٹ کے پانی برسا کہ اور چھوٹے بڑے دریاؤں میں ان کے ظرف کی مقدار کے تحت پانی بہہ نکلا تو لوگوں کے درمیان کافی زمانہ تک یہ چرچا رہا کہ یہ بارش امام رضاؑ کے وجود مقدس کی وجہ سے ہوئی ہے۔[1]"

زینب کذّابہ

علامہ اربلیؒ نے بیان کیا ہے کہ خراسان میں زینب نام کی ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ علوی سیدہ ہے۔ اس طرح لوگوں سے پیسہ وصول

---

[1] زندگانی حضرت علی بن موسیٰ الرضا، مولفہ عماد زادہ

کرتی تھی اپنے نسب پر فخر کرتی اور دوسروں کو حقیر سمجھتی تھی۔ جب امام رضا علیہ السلام خراسان تشریف لائے تو لوگوں نے اس عورت کی حرکتوں سے آگاہ کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اسے بلایا جائے بلائی گئی تو آپ نے اس سے اس کے نسب کے بارے میں معلوم کیا تو وہ بتانے سے قاصر رہی لہٰذا آپؑ نے فرمایا یہ کذابہ — جھوٹی — ہے جب اس عورت نے دیکھا کہ آمدنی کا ذریعہ بند ہو گیا ہے تو اس نے امام کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا میں آپؑ کے نسب میں نقص نکالتی ہوں امامؑ نے والیٔ خراسان سے فرمایا اس عورت کو درندوں کے بیچ میں چھوڑ دو تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ سیدہ ہے یا نہیں کیونکہ درندوں پر اولاد فاطمہ کا گوشت حرام ہے۔[1]

[1] زندگانی حضرت امام علی بن موسی الرضا ...

فصل سوم

معجزات

anjumhasnain2008@yahoo.com
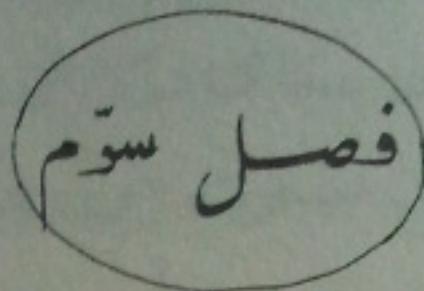
دُعا

ابو صلت کہتے ہیں : ایک روز امام اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ ہارون رشید کا فرستادہ آیا اور کہنے لگا آپ کو امیرالمومنین ہارون رشید نے طلب کیا ہے۔ امام اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا کہ اے ابوصلت مجھے اس وقت اذیت رسانی کے لئے طلب کیا ہے، خدا کی قسم میری مرضی کے خلاف وہ مجھے معمولی گزند بھی نہیں پہنچا سکتا۔ مجھے اپنے جد کی دعا یاد ہے ابوصلت کہتے ہیں کہ امام بیت الشرف سے برآمد ہوئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا جب ہم ہارون رشید کے پاس پہنچے تو امام رضا علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انّی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیاً او غیر تقیّ اخذت باللّٰہ السمیع البصیر علی سمعک و بصرک لا سلطان لک علیّ و لا علی سمعی و لا علیٰ بصری و لا علیٰ شعری و لا علی بشری و لا

علی لحمی ولا علی دمی ولا علی مخی ولا علی عصبی ولا علی عظامی ولا علی مالی ولا علی ما رزقنی ربی سترت بینی وبینک بستر النبوۃ الذی استر انبیاء اللہ بہ من سطوات الجبابرۃ والفراعنۃ، جبرئیل عن یمینی ومیکائیل عن یساری واسرافیل عن ورائی ومحمد امامی واللہ مطلع علی یمنعک منی ویمنع الشیطان منی۔ اللّٰھم لا یغلب جھلہ اناتک ان یستفزنی ویستخفنی اللّٰھم الیک التجات، اللّٰھم الیک التجات اللّٰھم الیک التجات[1]۔

جب ہارون کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو کہنے لگا اے ابوالحسن! ہم نے آپ کے لئے ایک دینار مقرر کئے ہیں۔ آپؑ اعزا و اقارب کی ضروریات ہم کو لکھ کر دیجئے۔ امام وہاں سے چلے تو ہارون کہنے لگا: میں نے ایک ارادہ کیا اور خدا نے ایک، خدا کا ارادہ نیک ہے۔

معجزات و کرامات

شیعوں کے نقطۂ نظر سے امام کیلئے معجزہ اسی طرح شرط ہے جس طرح رسول کیلئے شرط ہے۔

[1] بحار ۴۹ و مھج الدعوات

رسول اپنی رسالت کے ثبوت میں اور امام اپنی امامت کے ثبوت میں معجزہ پیش کر کے منکرین کو خاموش کرتا ہے۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے، امام سے معجزہ کا مطالبہ ہی کیا جائے بلکہ اقتضاء وقت کی بناء پر بھی امام معجزہ دکھاتا۔ ہم یہاں امام رضاؑ کے چند معجزات و کرامات سپرد قلم کرتے ہیں۔

مامون کی حاجت روائی

عبداللہ بن محمد ہاشمی کہتے ہیں کہ ایک روز میں مامون کے پاس گیا، اس نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور باقی لوگوں کو وہاں سے باہر بھیجدیا اور مجھ سے کہا: تم علی بن موسیٰ رضا کے ولیعہد بنانے پر مجھے ملامت و سرزنش کرتے ہو!!

میں آپ کے سامنے ایک تعجب خیز واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک روز میں علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: آپؑ کے آباؤ اجداد ماضی و مستقبل سے آگاہ تھے آپ ان کے چشم و چراغ ہیں میرے سامنے ایک مشکل آگئی ہے اس سلسلہ میں آپ میری مدد فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا مشکل ہے؟ میں نے کہا، مجھے ایک کنیز "زاہدہ" سے بہت محبت ہے وہ کئی بار مجھ سے حاملہ ہو چکی ہے اور ہر دفعہ حمل ساقط ہو گیا ہے اب پھر حاملہ ہے مجھے ایسا طریقہ بتائیے کہ جس سے حمل ساقط نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس دفعہ صحیح و سالم بچہ پیدا ہوگا۔ نوزاد لڑکا اور ماں کی شبیہ ہوگا اور

اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پیر میں ایک چھوٹی انگلی اضافی ہوگی۔

مامون نے کہا کچھ دنوں کے بعد بچہ صحیح و سالم اور علی ابن موسیٰ رضاؑ کی بیان کردہ خصوصیات کے ساتھ پیدا ہوا۔[1]

حقیقت کا انکشاف

احمد بن ابی نصر بزنطی کہتے ہیں: امام موسیٰ بن جعفر کی شہادت کے بعد میں امام رضا علیہ السلام کی امامت کے سلسلہ میں شک و تردد میں تھا لہٰذا میں نے ایک خط لکھ کر کچھ مسائل دریافت کیے لیکن خط لکھتے وقت جو اہم مسائل پہلے میرے ذہن میں تھے انھیں بھول گیا۔ جب امامؑ کا جواب آیا تو آپؑ نے مرقوم سوالات کے جواب دیئے اور مزید تحریر فرمایا، تمہارے ذہن میں کچھ اہم مطالب و مسائل تھے جو خط لکھتے وقت تمہیں یاد نہ رہے۔

امامؑ کا خط پڑھ کر میری چشم بصیرت کھل گئی۔ حقیقت کا انکشاف ہوگیا اور دوبارہ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا کہ میری دلی تمنا ہے کہ میں آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوکر ملاقات سے مشرف ہوں لیکن ایسے موقع کی تلاش میں ہوں کہ جس میں حکومت وقت میرے لئے کوئی مشکل ایجاد نہ کرسکے۔

ایک روز مغرب کے وقت امام رضا علیہ السلام نے میرے لئے

[1] عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۲۲۵

anjumhasnain2008@yahoo.com

سواری بھجوائی۔ میں سوار ہو کر منزلِ امامؑ پر حاضر ہوا اور نمازِ مغرب آپؑ ہی کے دولت کدہ پر ادا کی، اس کے بعد ساتھ بیٹھے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا اور امام نے بہت علمی اور پیچیدہ مسائل حل فرمائے یہاں تک کہ رات گئے تک اسی طرح گفتگو ہوتی رہی ۔ اس کے بعد امام نے اپنے غلام سے فرمایا کہ بزنطی کے لئے بستر لگا دو۔

اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہے۔ میں امامؑ کی مخصوص سواری سے آپؑ کے دولت کدہ پر آیا اپنے زمانہ کے امام سے ملاقات و گفتگو کا شرف حاصل ہوا اور آخر میں مخصوص بستر پر سونا میسر آیا۔ میں انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ امام رضاؑ کی آواز سنائی دی اے احمد! ان چیزوں پر فخر نہ کرو۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے وقت فرمایا تھا تمہاری عیادت کے لئے میرا آنا اور تمہارا احترام کرنا کہیں تمہارے دوسرے دینی بھائیوں پر فخر کا باعث نہ ہو جائے کیونکہ میں نے شرعی فریضہ سمجھ کر تمہاری عیادت کی ہے۔[1]

ہرن کا بچہ امامؑ کی پناہ میں

عبداللہ ثبر کہتے ہیں: میں ایک جماعت کے ساتھ تھا اور آپس میں

---

[1] بحار الانوار ج ۳۹ ص ۴۸

امام رضا علیہ السلام کی امامت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی اثنا میں امامؑ ہمارے سامنے سے گزرے تو میں اور تمیم بن یعقوب ــــ کہ دونوں ہی مذہب زیدیہ کو صحیح سمجھتے، امام رضاؑ کے معتقد نہیں تھے ــ اُنکے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوئے۔

بیابان میں ہم نے بہت سے ہرن دیکھے آپؑ نے ایک ہرن کے بچہ کو اشارہ کیا وہ آپ کے پاس آ گیا۔ امامؑ نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر اسے غلام کے سپرد کر دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بچہ بہت پریشان ہے۔ امامؑ نے ایک بات کہی جسے ہم نہ سمجھ سکے حالانکہ ہرن کے بچہ کو اس بات سے سکون مل گیا۔

اس وقت امام نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عبداللہ ابھی تم ایمان نہیں لائے ہو؟ میں نے عرض کی، کیوں میرے سید و سردار! آپؑ تو پوری کائنات پر خدا کی حجت ہیں۔ میں گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں[۱]

بدظن، پشیمان

شیخ صدوق نے عیون اخبار الرضاؑ میں تحریر کیا ہے کہ منصور بن عبد الرزاق نے حاکم رازی سے بیان کیا کہ میں اپنی ابتدائی عمر میں قبر حضرت علی بن موسیٰ رضا سے بدظن تھا اور زائرین کو ستاتا تھا، انھیں

---

[۱] بحار الانوار ج ۳۹ ص ۵۲

لوٹ لیتا تھا۔ مختصر یہ کہ میں امام رضاؑ اور قبر مطہر سے بہت ہی تعصب رکھتا تھا۔ ایک روز میں نے ہرن کے شکار کے لئے شکاری کتا چھوڑا، اس نے ہرن کا تعاقب کیا یہاں تک ہرن حرم امام رضاؑ کی دیوار سے جالگا۔ کتا اپنی جگہ ٹھہر گیا ہرن پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرسکا، میں نے کتے کو حملہ کرنے کے لئے بہت ابھارا لیکن اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی کافی دیر تک ہرن اور کتا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہے۔ جب ہرن دیوار سے جدا ہوتا تھا ویسے ہی کتا بھی اپنی جگہ سے حرکت کرتا تھا اور جب وہ دیوار سے لگ جاتا تھا تو پھر ٹھہر جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ حرم میں داخل ہوگیا تو میں بھی فوراً حرم میں داخل ہوگیا۔ وہاں ابو نصر قاری بیٹھا تھا، میں نے اس سے پوچھا: ہرن کہاں گیا؟ اس نے جواب دیا میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے تلاش شروع کی۔ اس کے آثارِ قدم دیکھے لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چلا یہاں تک کہ میں تلاش کرنے سے عاجز آگیا اور سمجھ گیا کہ اس میں صاحب مرقد کی کرامت کارفرما ہے۔ میں نے توبہ کی کہ اب کبھی کوئی شرارت نہیں کرونگا اور زائرین کو اذیت نہیں دوں گا۔ جب بھی یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والا واقعہ مجھے یاد آتا تھا اس وقت میں امام رضاؑ کے مرقد کی زیارت کو جاتا تھا اور اس قبر کی برکت سے میری حاجتیں پوری ہوتی تھیں۔ میں نے چند بیٹوں کی دعا کی سو خدا نے ان کی برکت سے عطا کئے۔

جوش مارتا ہوا چشمہ

محمد بن حفص کہتے ہیں: امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک غلام نقل کرتا تھا۔ ایک

سفر میں ہم امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھے کہ ایک بیابان میں جا پہنچے۔ تشنگی سے ہم لوگ ہلاکت کے نزدیک جا پہنچ چکے تھے: امام رضاؑ نے فرمایا: فلاں جگہ جاؤ وہاں تم ایک چشمہ دیکھو گے۔ ہم سب اس جگہ گئے ایک جوش مارتا ہوا چشمہ دیکھا۔ سب قافلہ والوں نے پانی پیا اور اپنے حیوانات کو بھی سیراب کیا۔ روانگی کے وقت امام نے فرمایا دیکھو وہ چشمہ کہاں ہے؟ ہم نے چشمہ تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ مل سکا۔[1]

زادراہ

مرحوم ملّا ہاشم خراسانی نقل کرتے ہیں کہ مرحوم حاج غلام حسین ازغدی المعروف بہ حاج آخوند حقیر کے معتمد دوست تھے۔ وہ بلا واسطہ نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت جو کہ میری محرم تھی اور بڑی مومنہ لیکن فقیر و نادار تھی، سال میں ایک مرتبہ ازغد سے پیادہ امام رضا کی زیارت کیلئے مشہد جاتی تھی اور جب واپس جاتی تو خاندان کے ہر بچے کے لئے تحفہ لے جاتی تھی... ہم کہتے تھے آپ پیادہ اور تہی دست جاتی ہیں۔ ان تحفوں کیلئے آپ کو کہاں سے پیسہ ملتا ہے؟ وہ جواب دیتی جب میں حرم امام رضاؑ میں جاتی ہوں تو ضریح کے درمیان دیکھتی ہوں تو امامؑ بچوں کا احوال دریافت کرتے ہیں اور مجھے اتنا پیسہ مرحمت فرماتے ہیں کہ جس سے میں

---

[1] عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۲۱۷

بچوں کے لئے سوغات خرید لیتی ہوں۔ کیا جب تم لوگ امام کی زیارت کو جاتے ہو تو انہیں نہیں دیکھتے؟

ان کے اس جواب سے خاموش ہو گئے لیکن یہ سوچا کہ یہ نادار ہے مشہد میں گدائی کرتی ہوگی اور اسی سے بچوں کے لئے چیزیں لاتی ہوگی۔

ایک مرتبہ جب وہ سفر کے لئے روانہ ہوئی تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا اور مشہد تک پہنچ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک ازغدی کے گھر مہمان ہوئی۔ میں گھر کے باہر اس کا منتظر رہا اس نے وضو کیا حرم جانے کیلئے باہر آئی۔ میں نے بھی حرم تک اس کا تعاقب کیا، حرم میں پہنچ کر وہ ضریح سے لپٹ گئی۔ میں بھی حرم میں کھڑا ہوا اسے دیکھتا رہا جب حرم سے باہر نکلی تو میں اس کے پاس گیا۔ سلام کیا، مجھے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی، میں نے کہا حرم میں ضریح کے پاس آپ نے بہت دیر لگائی، کہنے لگی کہ ہاں امام رضاؑ بچوں کی احوال پرسی فرما رہے تھے اور بچوں کے لئے سوغات خریدنے کے لئے کچھ پیسے دیئے ہیں۔

ہاتھ کھول کر انہوں نے مجھے پیسہ دکھایا، اس وقت میں یہ سمجھا کہ یہ بی بی اخلاص وصدق کی وجہ سے اس مقام پر پہنچی ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ پیسہ لے کر خود سوغات خرید لوں لیکن وہ اس بات پر راضی نہ ہوئی [۱]

---

[۱] کرامات رضویہ ج ۲ ص ۶۶ منقول از منتخب التواریخ

anjumhasnain2008@yahoo.com

لوگوں کی حاجت سے آگہی

ابو محمد غفاری کہتے ہیں کہ میرے اوپر بہت زیادہ قرض ہو گیا تھا۔
میں نے سوچا کہ اس مشکل سے امام رضاؑ ہی نجات دلا سکتے ہیں، اس خیال کے ساتھ آپ کے دولت خانہ کی طرف روانہ ہوا۔ اجازت حاصل کرنے کے بعد بیت الشرف میں داخل ہوا۔

میرے بیان کرنے سے قبل ہی امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! ہم تمہاری مشکلوں سے واقف ہیں۔ ہم تمہارا قرض ادا کریں گے۔
رات ہو گئی اور میں آپ کے دولت خانہ پر تھا، کھانا لایا گیا میں نے امام کے ساتھ کھانا کھایا۔ آپؑ نے فرمایا: آج کی رات غریب خانہ پر قیام کرنا پسند کرو گے یا اپنے گھر جاؤ گے؟ میں نے عرض کی اگر میری حاجت روائی ہو جائے تو میں گھر جانے کی اجازت چاہوں گا۔ آپؑ نے چادر کے نیچے سے یک مشت کوئی چیز مجھے عطا کی، چراغ کے پاس جا کر دیکھا تو سب سونے کے دینار تھے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ایک دینار پر لکھا ہوا ہے کہ اے ابو محمد یہ پچاس دینار ہیں، ان میں سے پچیس سے قرض ادا کرو اور پچیس سے اپنی زندگی کے اخراجات چلاؤ۔ گھر پہنچ کر میں نے اس دینار کو بہت تلاش کیا کہ جس پر مذکورہ عبارت لکھی تھی لیکن کہیں نظر نہ آیا وہ دینار بہت ہی بابرکت ثابت ہوئے۔[1]

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۲۱۸

شفایابی

مرزا احمد علی ہندی جو کہ پرہیزگار و متقی آدمی تھے اور پچاس سال تک سید الشہداء حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ کے جوار میں بسر کئے تھے، وہ نقل کرتے ہیں کہ "میرے پیر میں ایک زخم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر اس کے علاج سے مایوس ہو گئے تھے۔ میرے والد خود ہندوستان کے بڑے ڈاکٹروں میں سے ایک تھے اور میرے علاج کے لئے ایک سے ایک اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو بلاتے تھے اور ہر ایک اچھی طرح معائینہ کرتا لیکن ہر ایک اپنی ناتوانی کا اعتراف کرتا اور کہتا تھا کہ یہ زخم ناقابل علاج ہے یہاں تک کہ ایک "انگریز سرجن اسپیشلسٹ کو بلایا گیا۔ اس نے زخم دیکھا، زخم کے اندر بتی داخل کی اور پھر اسے نکال کر دیکھا تو کہا تمہارا علاج تو صرف حضرت مسیح ہی کر سکتے ہیں، مزید کہا: زخم ہڈی کے مغز تک پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا ناقابل علاج ہے، مریض دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

رات کو جب میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ میرے مولا حضرت ابی الحسن الرضاؑ میرے پاس تشریف لائے ہیں۔ آپ کے چہرۂ مبارک سے نور ساطع ہے۔ اس کے بعد مجھے آواز دی اور فرمایا: احمد! ہمارے پاس آؤ۔ میں نے عرض کی مولا! آپ تو جانتے ہیں کہ میرے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: "میرے پاس آؤ"۔ میں اٹھا اور امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے زخم پر دست مبارک پھیر دیا۔ میں نے عرض کی، مولا! آپؑ کی زیارت

anjumhasnain2008@yahoo.com

کی تمنا ہے۔ فرمایا: انشاء اللہ وہ بھی ممکن ہو جائے گی۔

جب بیدار ہوا تو زخم کا کہیں نام ونشان نہ پایا۔ لیکن میرے اندر اس راز کو فاش کرنے کی طاقت نہ تھی۔ میں کسی سے نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ میری بات کو کوئی بھی قبول نہ کرتا۔ آخر کار راز فاش ہوگیا رفتہ رفتہ یہ بات ہند کے بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے مجھے طلب کیا اور اس اعزاز میں اس نے میرا سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور ہر سال خود وظیفہ بھجواتا تھا۔[1]

مشہد میں نجف کا زائر

میرا دبیلی نقل کرتے ہیں کہ نجف اشرف کے مجاور ملا عبدالباقی شیرازی نجف اشرف سے امام رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اتفاق سے زادراہ ختم ہوگیا تو انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے درخواست کی: مولا! میں آپ کا زائر ہوں۔ خرچ کے لئے میرے پاس پیسہ نہیں ہے اور تین شاہی میرا روز کا خرچ ہے۔ استدعا ہے کہ ہر روز تین شاہی مجھے عطا ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ اس درخواست کے بعد ہر روز میں جب نیند سے بیدار ہوتا تھا تو دیکھتا تھا کہ کمرہ کے طاق میں تین شاہی رکھی ہوئی ہیں ان ہی سے اپنا خرچ چلاتا تھا اور یہ سلسلہ تا حیات رہا۔[2]

---

[1] دارالسلام مولفہ علامہ نوری ج ۲ ص ۱۰۶ منقول از در حریم طوس [2] کرامات رضویہ ج ۱ ص ۲۵۰

بصارت

ایک شخص امام رضا کی زیارت کو جا رہا تھا۔ راستہ میں کسی منزل پر ایک مادر زاد اندھے کو یہ خبر ہوئی کہ وہ شخص امام رضاؑ کی زیارت کو جا رہا ہے اندھے نے زائر سے کہا کہ زیارت کے بعد واپسی پر تھوڑی سی حرم کی خاک لیتے آنا ہو سکتا ہے اس خاکِ پاک کے ذریعہ خدا مجھے شفا عطا فرمائے۔

زائر نے اندھے کی درخواست قبول کر لی لیکن مشہد سے چلتے وقت خاک اٹھانا بھول گیا جب اس جگہ پہنچا جہاں اندھے سے ملاقات ہوئی تھی اور اتفاقاً زادِ راہ بھی ختم ہو چکا تھا اس لئے اس منزل پر ٹھہرنا ضروری تھا۔

اندھے کو خبر ہوئی کہ زائر زیارت سے مشرف ہو کر لوٹ آیا ہے لہٰذا وہ پہنچا اور خاک حرم کا مطالبہ کیا، چونکہ زائر خاک لانا بھول گیا تھا اور اندھے کو نا امید نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا اس نے وہیں سے کچھ خاک اٹھا کر اندھے کو دی۔ اندھے نے خوشی سے لے لی اور یہ سمجھ کر آنکھوں میں لگا لی کہ یہ حرم امام رضاؑ کی خاک ہے۔ چنانچہ اسی شب میں، جس میں آنکھوں میں خاک لگائی تھی وہ اندھا امام رضاؑ کے لطف سے بینا ہو گیا اور اس نے زائر کو بہت سے تحفے دیئے جس سے زائر کا خرچ بھی فراہم ہو گیا۔

حرمِ امام رضاؑ

اور

آدابِ زیارت

مشہد امام رضاؑ

سنہ ۲۰۳ھ کے بعد آپ کا مرقد مشہد طوس اور مشہد رضاؑ کے نام سے مشہور ہوا۔ مشہد محلِ شہادت کو کہتے ہیں۔ چونکہ امام رضاؑ کو وہیں زہر دغا سے شہید کیا گیا تھا لہٰذا اس جگہ کو مشہد کہتے ہیں۔ کثرت استعمال سے طوس و رضا حذف ہو گیا اور مشہد رہ گیا۔ آپؑ کے مشہد کو بنے آج بارہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ اس مدت دراز کے درمیان حرم مطہر بہت سے حوادث کا نشانہ بنا، لیکن ظالم اپنا ظلم کر کے تباہ و برباد ہو گئے حرم آج تک اسی عظمت و شکوہ کے ساتھ علماء عرفاء اور عاشقوں کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے اور انوارِ رضاؑ کی ضو فشانی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

سنا آباد طوس کا ایک گاؤں تھا اور اس پر ہارون رشید نے اپنے مقرب حمید بن قحطبہ کو حاکم مقرر کر رکھا تھا چنانچہ وہاں حمید کے نجی باغات اور منازل تھیں۔ حمید بن قحطبہ ہارون رشید کا راز داں تھا۔ اور اسی تقرب کی بنا پر مرنے کے بعد ہارون کو اسی کے گھر میں دفن کیا گیا تھا اور عبداللہ مامون نے باپ کی قبر پر گنبد بنوا دیا جو کہ قبۂ ہارونی کے نام سے مشہور ہوا۔ جب مامون نے زہر دغا سے امام رضاؑ کو ۵۵ سال

کی عمر میں ۲۹ صفر کو شہید کر دیا تو اسی سرداب میں جس میں ہارون دفن تھا آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ بعد میں اسی سرداب کے اوپر قبر کی شکل بنا دی گئی تھی اور پھر عرصۂ دراز کے بعد اسی سرداب کے اوپر ضریح بنائی گئی۔

ہارون رشید کی قبر گنبد ہارونی کے وسط میں اور مرقد امام رضاؑ بالائے سر میں تھا۔ بعض افراد نے لکھا ہے کہ امام رضاؑ کے مرقد اور ہارون رشید کی قبر کے درمیان تین گز کا فاصلہ تھا۔

مرقد امام رضا علیہ السلام زمانۂ قدیم ہی سے محبان اہل بیت اور حریت پسند افراد کی زیارت گاہ رہا ہے۔

قبلۂ قلوب

چوتھی صدی تک قبر امام رضاؑ عقیدت مندوں کا قبلۂ دل اور زائروں کی جائے طواف بنی رہی اور بظاہر دو سو سال کے عرصہ میں حرم کی عمارت کو کوئی آنچ نہیں پہنچی۔ سبکتگین کے دور اقتدار میں اس کے خلاف ایک شورش ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شورش کرنے والے حرم میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس سنگدل نے روضۂ امام رضاؑ کو منہدم کرا دیا اور برسوں تک دوبارہ تعمیر نہ ہو سکی یہاں تک کہ ماہ شعبان میں ۳۸۷ھ کو بلخ و غزنہ کے درمیان سبکتگین کو موت نے آلیا تو اس کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا اسمٰعیل تخت حکومت پر بیٹھا تو بڑے بھائی محمود غزنوی نے، جو کہ ذہین وزیرک اور شجاع تھا چھوٹے بھائی سے مصالحت کر کے حکومت کا نظم و نسق سنبھالنے کی کوشش

کی لیکن اسمٰعیل نے اس کی بات نہ مانی۔ مورخین نے ان دونوں کی بالکل ایسی ہی کیفیت بیان کی ہے جیسی کہ امین و مامون کی بیان ہو چکی ہے[1]۔ چنانچہ دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور چھوٹے بھائی کو شکست دیکر محمود غزنوی خود تخت حکومت پر بیٹھا۔ ایک شب اس نے امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ: "یہ ستم کب تک.....؟" محمود بیدار ہوا اور سمجھ گیا کہ آپ کا مقصد روضۂ امام رضاؑ کی تعمیر ہے لہٰذا اس نے مرقد پر عمارت بنانے کا حکم دیا اور بہترین عمارت تیار ہوگئی۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس عمارت کا حسن لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف جذب کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں محمود نے یہ حکم بھی جاری کیا تھا کہ کوئی شخص بھی امام رضاؑ کے زائرین کو نہ ستائے تاکہ لوگ بے باک طریقہ سے زیارت کو جائیں۔

۵۱۰ھ کے حوادث کے ذیل میں ابن اثیر لکھتے ہیں کہ عاشور کے روز ایک علوی اور ایک سنی عالم کے درمیان نزاع ہوگئی اور پھر بات بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ فریقین کے طرف داروں میں جنگ وجدال کی نوبت آپہنچی اور شدید خونریزی ہوئی اہل سنت نے امام رضاؑ کے روضہ کو منہدم کردیا۔ کئی سال تک حرم کی دوبارہ تعمیر نہ ہو سکی۔ بالآخر ۵۱۵ھ میں احاطہ بنوایا گیا تاکہ قبر مبارک کو آسیب نہ پہنچے[2]۔

---

[1] ملاحظہ فرمائیں میر عثمٰن کی تاریخ ہندوستان

[2] تاریخ کامل ج ۱۰ ص ۵۲۲

سنجر سلجوقی کے زمانہ میں ۵۱۵ھ ہی میں ابو القاسم احمد بن علی بن احمد علوی نے مرقد مطہر پر عمارت تعمیر کرائی۔ ابن اثیر ہی لکھتے ہیں ۵۴۸ھ میں غزنہ کے ترکوں نے ایران پر حملہ کیا اور مشہد مقدس بھی ان کی تاخت وتاز سے محفوظ نہ رہ سکے۔

چنانچہ انہوں نے پورے شہر کو ویران کر دیا اور شہر مشہد کے علاوہ نمایاں افراد کو تہ تیغ کر دیا۔ اس زمانہ میں یہ علما اور زاہدوں کا مرکز تھا۔ ہاں حرم امام رضاؑ ترکوں کے حملوں سے محفوظ رہا لیکن اس میں ترکوں کی رحمدلی کو دخل نہیں تھا بلکہ وہ حرم کے مضبوط و بلند حصار کی وجہ سے حرم میں داخل نہیں ہو سکے تھے۔

ضریح مطہر

یہ تو صحیح طریقہ سے معلوم نہیں ہو سکا کہ قبر امام رضاؑ پر ضریح کب نصب کی گئی تھی لیکن یہ بات مسلم ہے کہ آٹھویں صدی تک مرقد مبارک پر ضریح نہیں تھی بلکہ اس پر (تابوت نما) صندوق نصب تھا، ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفویوں کے عہد اقتدار میں قبر منور پر پہلی بار ضریح نصب کی گئی تھی۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ ایک احتمال یہ بھی دیا گیا ہے کہ پہلی بار تیموریوں نے ضریح نصب کی تھی، راہنمائے آستان قدس میں تین بار ضریح کے نصب کئے

جانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

پہلی بار فتح علی شاہ کے زمانہ میں خالص فولاد کی ضریح نصب کی گئی تھی۔

دوسری دفعہ نادر شاہ رخ الحسینی الموسوی الصفوی کے عہد میں فولاد کی بنی ہوئی نگینوں سے مرصع ضریح نصب کی گئی تھی۔

تیسری مرتبہ شاہ طہماسب صفوی کے زمانہ میں ۱۳۲۶ھ میں مرحوم حافظیان نے امام رضاؑ کی قبر مطہر پر ضریح نصب کرنے کا عزم کیا، اس سلسلہ میں انہوں نے روضۂ امام رضاؑ کے متولیوں سے مشورہ کیا اور ان کی موافقت سے اصفہان کے ماہر فنکاروں کی خدمات حاصل کیں چنانچہ دو سال کی مدت یعنی ۱۳۶۸ھ میں چاندی کی عظیم الشان ضریح کا کام مکمل ہو گیا اور اسے فولاد کی ضریح کی جگہ پر نصب کر دیا گیا آج تک بجنسہ وہی ضریح باقی ہے۔[1]

فضیلت حرم مطہر

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حرم حضرت امام رضاؑ کی فضیلت کے سلسلہ میں فرمایا ہے:

"طوفان نوحؑ میں چہار مقامات ۱۔ بیت المعمور ۲۔ نجف

---

[1] تاریخ کامل ج ۱ ص ۱۸۱

۳. کربلا ۴۔ طوس نے بارگاہ خدا میں دعا کی۔[1]

آپؑ ہی کا ارشاد ہے کہ:

"وہ سرزمین — یعنی مشہد مقدس — جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور خدا کے فرشتوں کے نازل ہونے کی جگہ ہے۔"[2]

روضۂ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند سپرد قلم کرتے ہیں:

حضرت امیرالمؤمنینؑ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

'میرا ایک بیٹا خراسان میں دفن ہوگا جو بھی رنج و غم میں گرفتار اس کے مرقد کی زیارت کرے گا خداوند عالم اسے کرب و محن سے نجات عطا کرے گا۔'[3]

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"... جو شخص بھی معرفت کے ساتھ علی بن موسیٰ رضاؑ کی زیارت کرے یا ان کے دیار کے کوچہ میں صبح تک یادِ خدا میں مشغول رہے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے عرش

---

[1] بحارالانوار ج ۱۰۲ ص ۳۹ ح ۳۸

[2] " " " ح ۵۱

[3] " " ص ۳۳ ح ۱۰

پر خدا کی زیارت کی ہو! مزید فرمایا: "جب قیامت آئے گی چار گراں مایہ شخصیتیں گزشتہ امتوں میں سے اور چار جلیل القدر اشخاص آخری امت میں سے فراز عرش پر جلوہ افروز ہوں گے۔ پہلی امتوں میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہوں گے اور آخری امت سے حضرت محمد مصطفیٰؐ، علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ ہوں گے۔ اس کے بعد زائرین کے لئے فرش بچھا دیا جائیگا اور ائمہ معصومینؑ کے تمام زائرین ان کے ہمراہ ہوں گے۔ واضح رہے زائرین کے درمیان میرے بیٹے علیؑ کے زائروں کی منزلت زیادہ ہو گی۔[1]"

نویں امام حضرت محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

"جو شخص میرے پدر بزرگوار کی زیارت کو جاتے وقت راستہ کی بارش اور سردی و گرمی کی تکلیف برداشت کرتا ہے، خدا اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دیتا ہے۔[2]"

ابوہاشم جعفر کہتے ہیں کہ میں نے جواد الائمہؑ سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

---

[1] بحارالانوار ج ۱۰۲ ص ۳۵ ح ۱۶

[2] " " " ص ۳۷

"طوس کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ ہے جو کہ جنت کا ٹکڑا ہے جو شخص بھی اس سرزمین پر وارد ہوگا وہ قیامت کی آگ سے محفوظ رہے گا۔[1]"

حضرت عبدالعظیم حسنیؒ فرماتے ہیں: میں نے امام علی نقی سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا:

"خدا نے اہل قم اور اہل آدہ کو میرے جد کی زیارت کی وجہ سے بخش دیا ہے اور جو شخص میرے جد کی زیارت کی وجہ سے بارش کی تکلیف برداشت کرتا ہے خداوند عالم اس پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دیدیتا ہے۔[2]"

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"میرا ایک بیٹا خراسان کے علاقہ طوس میں دفن ہوگا جو شخص بھی معرفت کے ساتھ اس کی قبر کی زیارت کریگا میں روز قیامت اس کا ہاتھ پکڑ کے داخل بہشت کرونگا۔[3]"

ساتویں امام حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جو شخص میرے بیٹے کی قبر کی زیارت کرے گا خدا

---

[1] بحارالانوار ج ۱۰۲ ص ۳۷ ح ۲۴

[2] " " ص ۳۸ ح ۳۱

[3] " " ص ۳۵ ح ۱۷

ستّر حجوں کا ثواب مرحمت فرمائے گا۔"

راوی نے تعجب سے دریافت کیا ستّر حجوں کا ثواب!؟ امامؑ نے فرمایا:

"بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میرے بیٹے کی زیارت کا ثواب سات سو حجوں کے برابر ہے۔"

راوی نے استعجاب سے معلوم کیا سات سو حجوں کے برابر؟!

امامؑ نے فرمایا:

"اس سے بھی زیادہ۔ میرے بیٹے کی زیارت کا ثواب سات لاکھ حجوں کے برابر ہے۔" اس پر آپؑ نے فرمایا:

اکثر حج قبول بھی نہیں ہوتے ہیں[۱]۔"

بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے آٹھویں امام علی ابن موسیٰ رضاؑ کے خط میں دیکھا کہ آپؑ نے تحریر فرمایا تھا کہ: "میرے شیعوں کے درمیان یہ اعلان کر دو کہ خدا کے نزدیک میری زیارت کا ثواب ہزار حجوں کے برابر ہے۔"

بزنطی کہتے ہیں اس سلسلہ میں، میں نے جواد الائمہؑ کی خدمت میں عرض کی کیا یہ صحیح ہے کہ آپؑ کے والد کی زیارت کا ثواب ہزار حجوں کے برابر ہے۔؟

امامؑ نے فرمایا:

"خدا کی قسم میرے والد کی بامعرفت زیارت کا

---

[۱] بحار الانوار ج ۱۰۲ صفحہ ۴۱ ح ۲۶ نمبر ۳۵ ۱۶۳

ثواب ایک ملین حج کے برابر ہے۔[1]"

رسولؐ خدا کے بعد جو شخص بارہ ائمہ کی امامت کو برحق سمجھتا ہے وہ ان کے مرقد کے ثواب کے بارے میں وارد ہونے والی کسی بھی حدیث کے بارے میں شک نہیں کرتا، بلکہ ان کے پڑھنے سے اس کے ایمان کی جلاء بڑھ جاتی ہے اور زیارت کے اشتیاق میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اس اشتیاق میں بے تحاشہ زیارت کے لئے نہیں دوڑنا چاہئے بلکہ اس بازیابی کے آداب کے ساتھ زیارت بجالانے سے ثواب میں اضافہ ہوگا۔

آدابِ زیارت

خاندان عصمت وطہارت کے زائرین کو چاہئے کہ اماکن مقدسہ اور روضات مشرفہ پر جبہ سائی سے قبل آداب زیارت کے تحت درج ذیل امور کی رعایت کریں:

۱ــــ پورے سفر میں گناہ و لغزشوں سے اجتناب کریں کیونکہ اس سے زیارت قبول نہیں ہوتی ہے۔

۲ــــ اس سرزمین پر قدم رکھنے سے قبل غسل کریں۔

۳ــــ زیارت باوضو کریں۔

۴ــــ طاہر و پاک لباس پہنیں۔

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۲۵۷

۵۔ خوشبو لگائیں۔

۶۔ زیارت سے قبل ایسی چیز نہ کھائیں جس سے دوسروں کو اذیت ہو۔

۷۔ معصومینؑ کے مرقدوں کی زیارت سے قبل بقصد رجا غسل کریں۔

۸۔ روضۂ امام حسینؑ میں زیارت وارث، زیارت عاشورا، جامعہ کبیرہ، امین اللہ وغیرہ پڑھیں۔

۹۔ جو شخص شب میں غسلِ زیارت کرے وہ غسل صبح تک اور جو شخص دن میں غسل زیارت کرے وہ شام تک کافی ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ وضو کے باطل ہو جانے کے بعد دوبارہ غسل کر لے۔

۱۰۔ دروازہ حرم پر ٹھہر کر اذنِ دخول پڑھے۔ اگر پڑھنے والے کے دل پر رقت طاری ہو جائے اور اشک جاری ہو جائیں تو اسے اذن دخول سمجھے۔

۱۱۔ اس بات کے پیش نظر کہ حرم، رسول کا دولت کدہ اور ملائکہ کا محل نزول ہے اس لئے خضوع و خشوع اور بھرپور توجہ کے ساتھ حرم میں داخل ہونا چاہئے۔

۱۲۔ رجحانِ قلبی اور خضوع کے ساتھ ظاہری ادب کی رعایت بھی ضروری ہے۔

۱۳۔ حرم میں بلند آواز سے گفتگو نہ کریں۔

۱۴۔ دوسرے زائروں کے لئے مشکل ایجاد نہ کریں۔

۱۵۔ اگر کوئی زائر کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے تو ادب کی رعایت کرتے ہوئے اس کی راہنمائی کریں۔

۱۶— زائروں اور خادموں کا احترام کریں۔

۱۷— معصومینؑ کے حرم میں سامنے کھڑے ہو کر زیارت پڑھیں۔

۱۸— معصوم سے منقول زیارت کے متن کو کامل توجہ اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھیں

۱۹— زیارت کے بعد مسجد بالائے سر یا کسی متصل مسجد میں دو رکعت نماز زیارت ادا کریں۔

۲۰— نماز زیارت میں بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ یٰسین اور دوسری میں الحمد کے بعد سورۂ "رحمٰن" پڑھیں۔

۲۱— نماز زیارت کے قنوت میں خدا سے اپنی اور دیگر مومنین کی حاجتوں کو طلب کریں کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

۲۲— نماز زیارت کے بعد معصومینؑ سے ماثور، دعا، مکارم اخلاق عالیۃ المضامین وغیرہ پڑھیں۔

۲۳— سب سے پہلے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم کے فرج کی دعا کریں۔

۲۴— نماز زیارت اور دعا و نماز کے بعد ادب اور دوسروں کے حق کی رعایت کے ساتھ ضریح مقدس کے قریب جائیں اور بوسہ دیں اور خدا سے راز و نیاز کریں۔

۲۵— دور سے زیارت پڑھنے میں بھی ادب کی رعایت ضروری ہے۔

۲۶— والدین، بہن بھائی، اساتذہ، احباب، شیعیان امیر المومنین اور ان لوگوں کی طرف سے زیارت پڑھیں جنھوں نے پڑھنے کی درخواست کی ہو۔

۲۷— حرم مطہر اور اولیاء اللہ کے مرقد میں پورے غور و خوض کے ساتھ قرآن پڑھیں۔ اور صاحب مرقد کو ھدیہ کریں۔

۲۸— معصومینؑ سے آگے بڑھ کر واجب و مستحب نماز نہ پڑھیں۔

۲۹ — اگر نمازِ زیارت کے دوران نماز جماعت شروع ہو جائے تو نماز زیارت کو ترک کر کے نماز جماعت بجا لائیں۔

۳۰ — حرم سے نکلتے وقت ضریح کی طرف پشت نہ کریں۔

۳۱ — جب تک حرم میں رہیں خضوع و خشوع کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

۳۲ — اماکن مقدسہ میں گزشتہ گناہوں پر پشیمانی اور توبہ کے ساتھ مستقبل میں مرتکب نہ ہونے کا قصد کریں۔

۳۳ — حرم سے رخصت ہوتے وقت زیارت و دعائے وداع پڑھیں اور خدا سے دعا کریں کہ ہمارے لئے یہ زیارت آخری نہ ہو۔

۳۴ — لوٹنے کے بعد زیارت کے نور کو اپنی پیشانی پر باقی رکھیں اور گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو حاجت مند طوس میں باغسل میرے جد امام رضا علیہ السلام کی زیارت کرے اور بالائے سر دو رکعت نماز بجالائے اور قنوت میں اپنی حاجت کا ذکر کرے تو خدا اس کی دعا کو مستجاب فرمائے گا۔

اذنِ دخول

مرقد مطہر کے حجرہ میں داخل ہونے سے قبل یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ وَقَفْتُ عَلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ بُیُوْتِ

اے اللہ میں تیرے نبی کے گھروں میں سے ایک گھر کے دروازے پر کھڑا

نَبِيِّكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَقَدْ مَنَعْتَ النَّاسَ أَنْ

ہوں۔ اور تو نے لوگوں کو ان گھروں میں

يَدْخُلُوا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَقُلْتَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: اے ایمان لانے والو!

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ اَللّٰهُمَّ

نبیؐ کے گھروں میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا اے اللہ!

إِنِّي أَعْتَقِدُ حُرْمَةَ صَاحِبِ هٰذَا الْمَشْهَدِ الشَّرِيفِ

میں اس صاحب قبر کی عظمت کا انکی غیبت میں اسی طرح اعتقاد رکھتا

فِي غَيْبَتِهِ كَمَا أَعْتَقِدُهَا فِي حَضْرَتِهِ وَأَعْلَمُ أَنَّ

ہوں جیسا کہ ان کی موجودگی میں ان کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہوں اور یہ

رَسُولَكَ وَخُلَفَائَكَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَحْيَاءٌ عِنْدَكَ

جانتا ہوں کہ تیرا رسولؐ اور تیرے خلفاء زندہ ہیں اور تیرے پاس

يُرْزَقُونَ يَرَوْنَ مَقَامِي وَيَسْمَعُونَ كَلَامِي وَ

رزق پا رہے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہیں۔ میرا کلام سنتے ہیں اور

يَـرُدُّونَ سَـلامي وَاَنَّکَ حَـجَبْتَ عَـنْ سَـمْعي

میرے سلام کا جواب دیتے ہیں، لیکن تو نے مجھے (شائستہ نہ ہونے کی وجہ سے) ان کا کلام سننے سے محروم

كَـلامَهُمْ وَفَـتَحْتَ بـابَ فَـهْمي بِـلَذيذِمُناجاتِهِمْ

رکھا ہے۔ ہاں ان کی مناجات کی لذتوں سے آشنا کر دیا ہے۔

وَاِنّي اَسْتَاْذِنُکَ يـا رَبِّ اَوَّلاً وَاَسْـتَاْذِنُ رَسُـولَکَ

پروردگارا! پہلے میں تجھ سے اجازت چاہتا ہوں اور دوسرے تیرے رسول

صَلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَاٰلِـهِ ثـانِياً وَاَسْـتَاْذِنُ خَـليفَتَکَ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت کا خواستگار ہوں اور تیرے

الْاِمامَ الْمُفْتَرَضَ عَـلَيَّ طـاعَتُهُ عَـلِيَّ بْـنَ مُـوسَى

تیرے اس امام یعنی علی بن موسی رضا سے اذن طلب ہوں کہ جن کی طاعت

الرِّضـا عَـلَيْهِ السَّـلامُ وَالْـمَلائِكَةَ الْـمُوَكَّـلينَ

مجھ پر واجب ہے اور اس حرم کے پاسبان ملائکہ سے

بِهٰذِهِ الْبُقْعَةِ الْمُبارَكَةِ ثالِثاً ءَاَدْخُلُ يـا رَسُـولَ اللّٰـهِ

اجازت چاہتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟

ءَاَدْخُلُ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ ءَاَدْخُلُ یَا مَلَائِکَۃَ اللّٰہِ

اے حجتِ خدا کیا میں داخل ہو سکتا ہوں ہمارے اس مشہد میں مقیم اللہ کے مقرب

الْمُقَرَّبِیْنَ الْمُقِیْمِیْنَ فِیْ ھٰذَا الْمَشْھَدِ فَأْذَنْ لِیْ

ملائکہ کیا داخل ہونے کی اجازت ہے؟ میرے مولا! کیا مجھے ایسی اجازت

یَا مَوْلَایَ فِی الدُّخُوْلِ اَفْضَلَ مَا اَذِنْتَ لِأَحَدٍ مِنْ

ہے کہ جیسی اپنے اولیاء کو مرحمت فرماتا ہے تاکہ میں

اَوْلِیَائِکَ فَاِنْ لَمْ اَکُنْ اَھْلاً لِذٰلِکَ فَاَنْتَ اَھْلٌ لِذٰلِکَ

بھی حرم مطہر میں داخل ہو جاؤں اگرچہ میں اس کا سزاوار نہیں ہوں۔

اس کے بعد حرم میں داخل ہو جائے اور یہ کلمات ادا کرے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

اللہ کے نام سے اس کی مدد سے جبکہ میں مذہب و آئین رسولؐ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ

پر ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ خدائے برحق کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔

لَا شَرِیکَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ

اور محمدؐ اس کے بندے اور رسولؐ ہیں اور علیؑ

رَسُولُهُ وَ اَنَّ عَلِیّاً وَلِیُّ اللّٰهِ

اللہ کے ولی ہیں۔

اس کے بعد ضریح مقدس کے پاس جائے اور پشت قبلہ یعنی امامؑ کے روبرو کھڑے ہو کر اس طرح کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ وَ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ اَنَّهُ سَیِّدُ

نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں وہ

الْاَوَّلِینَ وَ الْاٰخِرِینَ وَ اَنَّهُ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَ

اولین و آخرین کے مولا ہیں اور انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں

الْمُرْسَلِینَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ

پالنے والے اپنے بندے اپنے رسولؐ و

رَسُولِکَ وَ نَبِیِّکَ وَ سَیِّدِ خَلْقِکَ اَجْمَعِینَ

نبی اور اپنی مخلوق کے سردار محمدؐ پر رحمت نازل فرما

صَلوٰاۃً لاٰ یَقْویٰ عَلیٰ اِحْصٰائِھٰا غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ

اتنی رحمت کہ تیرے سوا جس کا کوئی احصاء نہ کر سکے۔ پروردگارا!

صَلِّ عَلیٰ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ عَلِیِّ بْنِ اَبیطَالِبٍ

اپنے بندے اور اپنے رسولؐ کے بھائی علی بن ابی طالب

عَبْدِکَ وَاَخِي رَسُولِکَ الَّذِی انْتَجَبْتَهُ بِعِلْمِکَ

پر رحمت نازل فرما کہ جنھیں تو نے اپنے علم سے منتجب کیا ہے

وَ جَعَلْتَهُ ھٰادِیاً لِمَنْ شِئْتَ مِنْ خَلْقِکَ وَ

اور اپنے بندوں سے محبوب لوگوں کے لئے انھیں ہادی قرار دیا ہے

الدَّلِیلَ عَلیٰ مَنْ بَعَثْتَهُ بِرِسٰالاٰتِکَ وَ دَیّانَ

اور اس شخص کی طرف ہدایت کرنیوالا ہے جس کو تو نے اپنے پیغام کیساتھ بھیجا ہے

الدِّینِ بِعَدْلِکَ وَ فَصْلِ قَضٰائِکَ بَیْنَ خَلْقِکَ

اور دین میں عدل کیساتھ حکومت کرنیوالا ہے اور تیرے خلائق کے درمیان حق کو باطل جدا کرنیوالا

وَ الْمُھَیْمِنَ عَلیٰ ذٰلِکَ کُلِّهِ وَ السَّلاٰمُ عَلَیْهِ وَ

ہے اور ان سب کے اوپر انھیں نگہبان قرار دیا ہے۔ خدا کا سلام و درود

رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی فَاطِمَةَ

اور برکات ہوان پر ۔ اے اللہ! اپنے نبیؐ کی دختر اور

بِنْتِ نَبِیِّکَ وَ زَوْجَةِ وَلِیِّکَ وَ اُمِّ السِّبْطَیْنِ

اپنے ولی کی زوجہ اور جوانانِ جنّت

الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

کے سردار حسنؑ و حسینؑ کی والدہ

الطُّهْرَةِ الطَّاهِرَةِ الْمُطَهَّرَةِ التَّقِیَّةِ النَّقِیَّةِ

پاک طینت و پاک و پاکیزہ ، پرہیزگار

الرَّضِیَّةِ الزَّکِیَّةِ سَیِّدَةِ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

رضیہ ، زکیہ جنّت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ

اَجْمَعِیْنَ صَلٰوةً لَا یَقْوٰی عَلٰی اِحْصَائِهَا غَیْرُکَ

پر رحمت نازل فرما ۔ ایسی رحمت کہ جس کے احصاء پر تیرے سوا کوئی قادر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَی الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ سِبْطَیْ

نہیں ہے ۔ خدایا! حسنؑ و حسینؑ نواسۂ رسولؐ اور جوانانِ جنّت

نَبِیِّکَ وَسَیِّدَیْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْقَائِمِیْنِ فِیْ

کے سردار پر رحمت نازل فرما جو کہ تیری مخلوق کے درمیان قیام

خَلْقِکَ وَالدَّلِیْلَیْنِ عَلٰی مَنْ بَعَثْتَ بِرِسَالَاتِکَ

کرنے والے اور لوگوں کو اس شخص کی طرف ہدایت کرنیوالے ہیں کہ جس کو تو نے اپنے پیغام

وَدَیَّانَیِ الدِّیْنِ بِعَدْلِکَ وَفَصْلَیْ قَضَائِکَ

کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اور تیری مخلوق کے درمیان عدل کیساتھ حکومت کرنیوالے اور

بَیْنَ خَلْقِکَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ

حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں۔ اے اللہ! اپنے بندے اور اپنی مخلوق

عَبْدِکَ الْقَائِمِ فِیْ خَلْقِکَ وَالدَّلِیْلِ عَلٰی مَنْ

کے درمیان قیام کرنیوالے اور اس شخص کی طرف لوگوں کی ہدایت کرنیوالے کہ جس کو

بَعَثْتَ بِرِسَالَاتِکَ وَدَیَّانِ الدِّیْنِ بِعَدْلِکَ وَ

تو نے مبعوث برسالت کیا ہے اور وہ دین میں عدل کے ساتھ حکومت کرنیوالے اور

فَصْلِ قَضَائِکَ بَیْنَ خَلْقِکَ سَیِّدِ الْعَابِدِیْنَ

حق کو باطل سے جدا کرنیوالے سید العابدین حضرت علی بن الحسینؑ پر رحمت نازل فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَبْدِکَ وَ

پرور دگارا! اپنے بندے اور اپنی زمین پر اپنے خلیفہ انبیاءؑ کے علم کی

خَلِیفَتِکَ فِی اَرْضِکَ بَاقِرِ عِلْمِ النَّبِیِّینَ اَللّٰھُمَّ

تہوں تک پہنچنے والے حضرت محمد بن علیؑ پر رحمت نازل فرما۔ بارالہا!

صَلِّ عَلٰی جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ عَبْدِکَ وَ

اپنے بندے، اپنے دین کے ولی اور اپنی مخلوق

وَلِیِّ دِینِکَ وَ حُجَّتِکَ عَلٰی خَلْقِکَ اَجْمَعِینَ

پر حجت حضرت جعفر بن محمد صادقؑ پر رحمت

الصَّادِقِ الْبَارِّ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُوسَی بْنِ

نازل فرما۔ خدایا! اپنے صالح بندے اور اپنی

جَعْفَرٍ عَبْدِکَ الصَّالِحِ وَ لِسَانِکَ فِی خَلْقِکَ

مخلوق کے درمیان سخن ریز ہونے والی اپنی زبان

النَّاطِقِ بِحُکْمِکَ وَ الْحُجَّةِ عَلٰی بَرِیَّتِکَ

پر اور مخلوق پر اپنی حجت حضرت موسیٰ بن جعفرؑ پر رحمت نازل فرما

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُوسَی الرِّضَا

پالنے والے! اپنے بندے اپنے ولیٔ دین اور عدل کے ساتھ

الْمُرْتَضٰی عَبْدِکَ وَوَلِیِّ دِیْنِکَ الْقَائِمِ بِعَدْلِکَ

قیام کرنے والے، تیری طرف اور تیرے دین کی طرف اور اپنے سچے آباؤ اجداد

وَالدَّاعِیْ اِلٰی دِیْنِکَ وَ دِیْنِ اٰبَائِہِ الصَّادِقِیْنَ

کے دین کی طرف لوگوں کو بلانے والے حضرت علی بن موسیٰ رضا پر

صَلٰوۃً لَا یَقْوٰی عَلٰی اِحْصَائِھَا غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ

رحمت نازل فرما، ایسی رحمت کہ جس کا تیرے سوا کوئی شمار نہ کر سکے۔ اے اللہ!

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَبْدِکَ وَوَلِیِّکَ

اپنے بندے اور اپنے ولی اور اپنے حکم کے مطابق قیام کرنیوالے اور تیرے راستہ

الْقَائِمِ بِاَمْرِکَ وَالدَّاعِیْ اِلٰی سَبِیْلِکَ اَللّٰھُمَّ

کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والے حضرت محمد بن علی پر رحمت نازل فرما۔ الٰہی!

صَلِّ عَلٰی عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَوَلِیِّ دِیْنِکَ

اپنے بندے اور اپنے ولیٔ دین حضرت علی بن محمد پر رحمت نازل فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ الْعَامِلِ

خدایا! اپنے فرمان کے مطابق عمل کرنے والے اور خلائق کے

بِاَمْرِکَ الْقَائِمِ فِیْ خَلْقِکَ وَ حُجَّتِکَ

درمیان عدل کے ساتھ قیام کرنے والے اور اپنی حجت اور تیرے

الْمُؤَدِّیْ عَنْ نَبِیِّکَ وَشَاھِدِکَ عَلٰی خَلْقِکَ

پیغمبر کا فریضہ ادا کرنے اور اپنے خلائق پر اپنے گواہ، جو کہ

الْمَخْصُوصِ بِکَرَامَتِکَ الدَّاعِیْ اِلٰی طَاعَتِکَ

تیری کرامتوں سے ہیں، تیری طاعت اور تیرے رسول کی طاعت

وَ طَاعَةِ رَسُولِکَ صَلَوَاتُکَ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

کی طرف سب کو دعوت دینے والے حسن بن علی پر رحمت نازل فرما

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی حُجَّتِکَ وَ وَلِیِّکَ الْقَائِمِ فِیْ

پروردگارا! اپنی حجت اور خلق میں اپنے ولی "قائم" پر قائم و

خَلْقِکَ صَلٰوۃً تَامَّةً نَامِیَةً بَاقِیَةً تُعَجِّلُ بِھَا

کامل، پائیدار اور بابرکت رحمت نازل فرما کہ جس سے آپ کی گشائش و فرج

فَرَجَهُ وَ تَنْصُرُهُ بِهَا وَ تَجْعَلُنَا مَعَهُ فِي الدُّنْيَا وَ

میں تعجیل ہو اور ہم کو دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ

الْآخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَتَقَرَّبُ اِلَيْكَ بِحُبِّهِمْ وَ

قرار دے۔ پالنے والے! میں ان کی محبت کے ذریعہ تیرا تقرّب

اُوَالِي وَلِيَّهُمْ وَ اُعَادِي عَدُوَّهُمْ فَارْزُقْنِي بِهِمْ

حاصل کرتا ہوں اور ان کے دوستوں سے محبت رکھتا ہوں، ان کے دشمنوں

خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ اصْرِفْ عَنِّي بِهِمْ شَرَّ

کا دشمن ہوں، پس ان کے سبب سے مجھے دنیا و آخرت کی خیر و برکت

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ اَهْوَالَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

عطا فرما۔ اور ان کے توسّل سے مجھے دنیا و آخرت کے شر اور قیامت کے خوف سے محفوظ رکھ

اس کے بعد بالائے سر کے پاس کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس طرح زیارت پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

اے اللہ کے ولی آپ پر سلام اے حجت خدا آپ پر

يَا حُجَّةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نُورَ اللّٰهِ فِي

سلام۔ اے زمین کی تاریکی میں نور خدا آپ پر

ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمُودَ الدِّينِ

سلام اے عمود دین آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اٰدَمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ

اے خدا کے برگزیدہ آدم کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللّٰهِ

نبی خدا نوحؑ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللّٰهِ

خلیل خدا ابراہیمؑ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ اِسْمٰعِيلَ ذَبِيحِ اللّٰهِ

اے اسمعیل ذبیح اللہ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوسٰى كَلِيمِ اللّٰهِ

اے کلیم اللہ موسیٰ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عِیْسٰی رُوحِ اللّٰہِ

اے روحِ خدا عیسٰی کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ

اے محمد رسول اللہ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ

اے امیرالمومنین ولی اللہ اور خلق کی طرف مبعوث شدہ

وَلِیِّ اللّٰہِ وَ وَصِیِّ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

رسول کے وصی امیرالمومنین علیؑ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَآءِ

اے فاطمہ زہراؑ کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ

اے جوانانِ جنّت حسن وحسین کے وارث

سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

آپ پر سلام اے اولین وآخرین

يَاوَارِثَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ

اے علی بن الحسین زین العابدین کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بَاقِرِ

اے اولین و آخرین کے علم کی تہوں تک پہنچنے والے محمد بن علی

عِلْمِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

کے وارث آپ پر سلام اے نیکوکار و صادق

يَاوَارِثَ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ الْبَارِّ

جعفر بن محمدؑ کے وارث آپ پر سلام۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَارِثَ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ

اے موسیٰ بن جعفر کے وارث آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ الشَّهِيْدُ

اے راست گو شہید راہ خدا آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْوَصِيُّ الْبَارُّ التَّقِيُّ اَشْهَدُ

اے نیکوکار و پرہیزگار جانشین آپ پر سلام... میں

اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَیْتَ الزَّکٰوۃَ وَ

گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سبب نماز قائم اور زکوٰۃ ادا ہوئی

اَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَھَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ

آپ نے نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے منع فرمایا اور

عَبَدْتَ اللّٰہَ حَتّٰی اَتٰیکَ الْیَقِیْنُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

وقت آخر تک خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔ اے ابو الحسن!

یَا اَبَا الْحَسَنِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ پر سلام اور اس کے رحمت و برکات ہمیشہ آپ کے شامل حال رہیں۔

اس کے بعد ضریح کو پکڑ کر اس طرح کہے:

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ صَمَدْتُ مِنْ اَرْضِیْ وَ قَطَعْتُ

اے اللہ! میں تیرے قصد سے اپنے شہر سے چلا اور تیری

الْبِلَادَ رَجَاءَ رَحْمَتِکَ فَلَا تُخَیِّبْنِیْ

رحمت کی امید کے ساتھ سفر طے کیا، پس مجھے ناامید نہ فرما۔

وَلَا تَرُدَّنِي بِغَيْرِ قَضَاءِ حَاجَتِي وَارْحَمْ تَقَلُّبِي

اور میری حاجت پوری کئے بغیر واپس نہ پلٹا اور اپنے رسولؐ

عَلٰى قَبْرِ ابْنِ اَخِي رَسُولِكَ صَلَوٰاتُكَ عَلَيْهِ وَ

کے بھائی کی قبر پر میرے پروانہ وار گھومنے پر رحم فرما

اٰلِهٖ بِاَبِي اَنْتَ وَ اُمِّي يَا مَوْلَايَ اَتَيْتُكَ زَائِراً

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں اے مولا! میں آپکی زیارت کیلئے آیا ہوں

وَافِداً عَائِذاً مِمَّا جَنَيْتُ عَلٰى نَفْسِي

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں نے ان مظالم سے جو کہ میں نے کئے ہیں

وَاحْتَطَبْتُ عَلٰى ظَهْرِي فَكُنْ لِي شَافِعاً اِلَى

اور اپنے دوش پر گناہوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اس روز خدا

اللّٰهِ يَوْمَ فَقْرِي وَفَاقَتِي فَلَكَ عِنْدَ اللّٰهِ مَقَامٌ

کے نزدیک میری شفاعت کیجئے جس روز میں تہی دست و نیازمند ہونگا

مَحْمُودٌ وَ اَنْتَ عِنْدَهُ وَجِيهٌ

کیونکہ خدا کے نزدیک آپ کی عظمت و منزلت ہے۔

اس کے بعد دائیں ہاتھ کو بلند کرے اور بائیں ہاتھ کو قبر پر رکھے اور اس طرح کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِحُبِّھِمْ وَ بِوِلَایَتِھِمْ

اے اللہ میں ان کی محبت کے وسیلے تیرا تقرب حاصل کرتا ہوں اور ان کے آخری

اَتَوَلّٰی اٰخِرَھُمْ بِمَا تَوَلَّیْتُ بِہٖ اَوَّلَھُمْ وَ اَبْرَءُ مِنْ

فرد تک کی ولایت قبول کر چکا ہوں کیونکہ میں ان کے اولین کی ولایت قبول کر چکا ہوں

کُلِّ وَلِیْجَۃٍ دُوْنَھُمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا

ان کے علاوہ میں ہر ایک سے بیزار ہوں۔ پروردگارا! ان لوگوں پر لعنت فرما کہ جنہوں نے

نِعْمَتَکَ وَ اتَّھَمُوْا نَبِیَّکَ وَ جَحَدُوْا بِاٰیَاتِکَ

تیری نعمت کو دیگر گوں کیا اور تیرے نبی پر تہمت لگائی اور تیری نشانیوں کے

وَ سَخِرُوْا بِاِمَامِکَ وَ حَمَلُوا النَّاسَ عَلٰی

منکر ہوئے۔ تیرے منتخب کردہ امام کا مضحکہ اڑایا اور لوگوں کو تیرے پیغمبر کے

اَکْتَافِ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ

اہل بیت کی مخالفت پر ابھارا۔ خدایا! میں ان سب پر لعنت

بِاللَّعْنَةِ عَلَيْهِمْ وَ الْبَرَائَةِ مِنْهُمْ فِي الدُّنْيا وَ

اور دنیا و آخرت میں ان سے بیزاری کے ساتھ تیرا

الْآخِرَةِ يا رَحْمٰنُ

تقرب حاصل کرتا ہوں۔

اس کے بعد پائینتی کی طرف یہ کلمات پڑھتے

ہوئے بڑھے:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يا اَبَا الْحَسَنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ

اے ابوالحسن خدا آپ کی روح پاک پر اور بدن مطہر پر اپنی

رُوحِكَ وَبَدَنِكَ صَبَرْتَ وَ اَنْتَ الصَّادِقُ

رحمت نازل کرے۔ آپنے راہ خدا میں صبر کیا آپ صادق اور

الْمُصَدَّقُ قَتَلَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَكَ بِالْاَيْدِي وَالْاَلْسُنِ

خدا کی جانب سے تصدیق شدہ ہیں خدا ان لوگوں کو غارت کرے جنہوں نے آپکو ہاتھ اور زبان سے قتل کیا

اس کے بعد پشت قبر سے سر کے پاس جاکر دو رکعت نماز

بجالائے۔ پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ یٰسین اور دوسری رکعت

ہیں سورۂ حمد کے بعد سورۂ رحمٰن پڑھے۔ نماز بجالانے کے بعد دعا اور تضرع وزاری میں مشغول ہو جائے اور اپنے والدین، مومن بھائیوں کے لئے دعا کرے اور وہیں دو رکعت نماز زیارت بھی ادا کرے۔

زیارتِ وداع

دعا و استغفار کے بعد امام سے رخصت ہوتے ہوئے یہ زیارت وداع پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰهِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهُ

اے ولی اللہ آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکات ہوں۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَتِیْ

اے اللہ اپنے نبیؐ کے لختِ جگر اور اپنی مخلوق پر اپنی حجت کی میری

اِبْنَ نَبِیِّکَ وَ حُجَّتِکَ عَلیٰ خَلْقِکَ وَ اجْمَعْنِیْ

اس زیارت کو آخری زیارت قرار نہ دے اور مجھے اپنی

وَ اِیَّاهُ فِیْ جَنَّتِکَ وَ احْشُرْنِیْ مَعَهُ وَ فِیْ حِزْبِهٖ

بہشت میں امام کے نزدیک جگہ مرحمت فرما اور مجھے امام اور آپکی جماعت کے ساتھ

مَعَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰالِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰئِکَ

شہیدوں، صالحین اور شائستہ لوگوں کے ساتھ محشور فرما کہ یہ بہترین رفقاء

رَفِیْقاً وَ اَسْتَوْدِعُکَ اللّٰهَ وَ اَسْتَرْعِیْکَ وَ اَقْرَءُ

ہیں۔ میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں خدا حافظ، میں آپ پر

عَلَیْکَ السَّلَامُ اٰمَنّٰا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ

سلام بھیجتا ہوں۔ ہم خدا اور اس کے رسول اور آپ کی

بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَ دَلَلْتَ عَلَیْهِ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰاهِدِیْنَ

لائی ہوئی چیزوں اور جن کی طرف آپنے رہنمائی کی ہے ان پر ایمان لاتے ہیں پس ہم کو گواہوں کے زمرہ میں شامل فرما۔

زیارت وارث

گنبد میں داخل ہو کر سر اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس طرح زیارت وارث پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اٰدَمَ صِفْوَةِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ

خدا کے برگزیدہ آدمؑ کے وارث آپ پر سلام۔

عَلَیْکَ یَاوَارِثَ نُوحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

نبی خدا نوحؑ کے وارث آپ پر سلام ۔ خلیل خدا ابراہیم

یَاوَارِثَ اِبْرَاھِیمَ خَلِیلِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

کے وارث آپ پر سلام کلیم اللہ موسیٰ کے

یَاوَارِثَ مُوسیٰ کَلِیمِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ

وارث آپ پر سلام روح اللہ عیسیٰؑ کے وارث

عِیسیٰ رُوحِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ

آپ پر سلام حبیب خدا محمدؐ کے وارث آپ

حَبِیبِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَارِثَ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ

پر سلام امیرالمومنین کے وارث آپ پر سلام

عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفیٰ

اے فرزند مصطفیٰؐ ! آپ پر سلام

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ عَلِیٍّ الْمُرْتَضیٰ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ

علی مرتضیٰ کے بیٹے آپ پر سلام ۔ فاطمہؑ کے لخت جگر

يَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابْنَ خَدِيجَةَ

آپ پر سلام خدیجہ کبریٰ کے بیٹے آپ پر سلام

الْكُبْرىٰ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَارَ اللّٰهِ وَابْنَ ثَارِهِ وَالْوِتْرَ

سلام ہو آپ پر، آپ کے اور آپ کے والد کے خون کا قصاص

الْمَوْتُورَ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتَ

لینے والا خدا ہے۔ تنہا آپ ہی ہیں جس کے خون کا انتقام نہیں لیا گیا ہے۔ میں گواہی دیتا

الزَّكٰوةَ وَ اَمَرْتَ بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ

ہوں کہ آپکی وجہ سے نماز قائم اور زکوٰۃ ادا ہوئی۔ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا

وَاَطَعْتَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ حَتّٰى اَتٰيكَ الْيَقِينُ فَلَعَنَ اللّٰهُ

اور اپنی زندگی کے آخری لحظہ تک خدا اور رسولؐ کی عبادت و اطاعت کی۔ خدا لعنت کرے

اُمَّةً قَتَلَتْكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً ظَلَمَتْكَ وَ لَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً

اس قوم پر جس نے آپ کو قتل کیا اور خدا لعنت کرے اس قوم پر جس نے آپ پر ظلم کیا۔ خدا لعنت کرے

سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهِ يَا مَوْلَايَ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ

اس قوم پر جس نے آپ کے قتل ہونے کی خبر سن کر خوشی منائی۔ اے مولا اے ابو عبداللہ

سَمِعَتْ بِذٰلِکَ اَنَّکَ کُنْتَ نُوراً فِی الْاَصْلَابِ الشَّامِخَةِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا نور بلند مرتبہ مردوں کے صلبوں اور

وَالْاَرْحَامِ الْمُطَهَّرَةِ لَمْ تُنَجِّسْکَ الْجَاهِلِيَّةُ بِاَنْجَاسِهَا

پاکیزہ رحموں میں رہا آپ کو جاہلیت کی پلیدی چھو بھی نہ سکی۔

وَلَمْ تُلْبِسْکَ مِنْ مُدْلَهِمَّاتِ ثِيَابِهَا وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ مِنْ

اور پستی اپنے لباس کا سایہ آپ پر نہ ڈال سکی۔ میں گواہی دیتا ہوں

دَعَائِمِ الدِّينِ وَ اَرْکَانِ الْمُؤْمِنِينَ وَ اَشْهَدُ اَنَّکَ الْاِمَامُ

کہ آپ دین کے ستون اور مومنین کی پناہ گاہ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ

الْبَرُّ التَّقِيُّ الرَّضِيُّ الزَّکِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ وَ اَشْهَدُ اَنَّ

نیک کردار، پارسا، پسندیدہ، پاک، ہدایت کرنیوالا، ہدایت یافتہ امام ہیں۔ میں گواہی

الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِکَ کَلِمَةُ التَّقْوٰى وَ اَعْلَامُ الْهُدٰى

دیتا ہوں کہ ائمہ آپکی اولاد سے ہیں جو کہ پرہیزگاری کا مجموعہ اور ہدایت کی نشانیاں

وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَ الْحُجَّةُ عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا وَ اُشْهِدُ

بہتر وسیلہ اور اہل دنیا پر حجت ہیں اور میں خدا کو اس کے ملائکہ

اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ وَ اَنْبِيَائَهُ وَ رُسُلَهُ اَنِّي بِكُمْ مُؤْمِنٌ

اس کے انبیاء اور رسولوں کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں آپ کا گرویدہ ہوں۔

وَبِاِيَابِكُمْ مُوقِنٌ بِشَرَايِعِ دِيْنِي وَ خَوَاتِيْمِ عَمَلِي وَ قَلْبِي

اور میں آپ کی رجعت کا یقین رکھتا ہوں میں اپنے دین کے دستور کے مطابق اپنے

لِقَلْبِكُمْ سِلْمٌ وَاَمْرِي لِأَمْرِكُمْ مُتَّبِعٌ صَلَوَاتُ اللّٰهِ

کام انجام دیتا ہوں۔ میرا قلب آپ کے قلب کے سامنے تسلیم ہے میرا فعل آپ کے حکم کے تابع ہے

عَلَيْكُمْ وَعَلٰى اَرْوَاحِكُمْ وَ عَلٰى اَجْسَادِكُمْ وَ عَلٰى

خدا کی رحمت ہو آپ پر اور آپ کی روح پر اور آپ کے بدنوں پر آپ کے

اَجْسَامِكُمْ وَ عَلٰى شَاهِدِكُمْ وَ عَلٰى غَائِبِكُمْ وَعَلٰى

حاضر پر آپ کے غائب پر آپ کے

ظَاهِرِكُمْ وَ عَلٰى بَاطِنِكُمْ

ظاہر پر اور آپ کے باطن پر۔

فصل پنجم

صوبۂ خراسان
اور
مشہد مقدّس

صوبۂ خراسان

خراسان ایران کا وسیع و عریض صوبہ ہے، اس کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دنیا کی ۱۱۴ ریاستوں سے بڑا ہے۔ صوبہ کا کل رقبہ ۳۱۳۴۰ مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی زمین پتھریلی لیکن زرخیز ہے۔ آب و ہوا کے اعتبار سے موزونیت کا حامل ہے۔ سردیوں میں اس کے پہاڑوں کے سروں پر سفید دستار اور گرمیوں میں کتھائی کلاہ نظر آتی ہے۔ سردی کے پانچ ماہ کے علاوہ دونوں موسموں میں سے کوئی بھی دیرپا نہیں ثابت ہوتا بلکہ ہر موسم کا دارومدار ہوا کی آمد و شد پر ہوتا ہے۔

خراسان کے شمال مشرق میں جمہوریہ ترکمنستان، مشرق میں افغانستان، جنوب میں صوبۂ کرمان اور مغرب میں تہران واقع ہے۔ کل آبادی ۵۵ لاکھ ہے۔ اس کا مرکز مشہد مقدس ہے۔

وجہ تسمیہ

خراسان، خور اور آسان سے مرکب ہے۔ خور کے معنی آفتاب

اور آسان کے معنی طلوع کرنے والے کے ہیں چونکہ یہ صوبہ ایران کے مشرق میں واقع ہے اور ایران میں پہلے سورج طلوع ہوتا ہے، اس لئے اسے خور آسان کہا گیا ہے اور پھر کثرت استعمال سے خراسان ہو گیا۔ ساسانیوں کے زمانہ میں اسے ایران شہر کہا جاتا تھا۔

اسلام کی آمد

اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ خراسان پر مسلمانوں کا قبضہ کس سن میں ہوا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ ۳۱ھ میں مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور بعض کا قول ہے کہ ۴۲ھ میں ہوا تھا۔ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ کہتے ہیں کہ جب نہاوند کے معرکہ میں مسلمانوں نے یزدگرد کے لشکر کو شکست دیدی تو وہ سرعت کے ساتھ آئے، اصفہان اور کرمان کے نواح کی طرف بڑھے۔ یزدگرد بھی اس زمانہ میں کہیں کرمان ہی کے نواح میں تھا جب اسے یہ خبر دی گئی کہ ایران کی فوج پسپا ہو گئی اور اسلامی فوج کا رخ ادھر ہی ہے تو وہ وہاں سے خراسان چلا گیا اور اس زمانہ کے عظیم الشان شہر "مرو" میں ٹھہرا اور مسلمانوں سے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے سلسلہ میں اس نے ہمسایہ ممالک سے مدد مانگی لیکن ابھی کہیں سے کمک رسانی کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ اس کی اور اس کے ہاتھ سے ملک نکل جانے کے امکانات فراہم ہو گئے وہ رات کی تاریکی میں سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا کہ ایک شخص نے اس کے لباس کی طمع میں خنجر سے اس کا

قصہ ختم کر دیا۔ جب مسلمانوں کو یزدگرد کے قتل کی خبر ملی تو ان میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے کہ اب بغیر کسی مزاحمت کے سارا ملک فتح ہو جائیگا ادھر مرکز سے اسلامی فوج کے افسروں کو یہ پیغام موصول ہوا کہ جو بھی خراسان فتح کرے گا اسی کو اس کا گورنر مقرر کر دیا جائے گا۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ خراسان فتح کر لیا اور وعدہ کے مطابق اسے وہاں کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

عہد امیر المومنینؑ میں

قتل عثمان کے بعد جب ظاہری خلافت کی باگ ڈور حضرت علی بن ابی طالبؑ کے دست مبارک میں آئی تو کچھ عناد پرور اور مفاد پرست لوگوں کی وجہ سے اختلاف پھوٹ پڑا کہ جس کے نتیجہ میں جنگ جمل و صفین واقع ہوئی۔ اسلامی مملکت میں اختلاف پیدا ہو جانے سے ایران میں ساسانیوں نے فائدہ اٹھایا اور اپنے ہمنواؤں کو جمع کر کے نیشاپور پر حملہ کر دیا اور شہر پر اپنا قبضہ جما لیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس حادثہ کی اطلاع ملی تو آپؑ نے اپنے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کو ایک لشکر کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے ساسانیوں سے جنگ کر کے نیشاپور کو دوبارہ آزاد کرا لیا۔ اگر اس وقت غفلت ہو گئی ہوتی تو بہت سے شہر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جاتے اور ساسانیوں کی طاقت مضبوط ہو جاتی۔

یوں تو خراسان کے مسلمانوں کے دلوں میں پہلے ہی سے حضرت علیؑ اور آپؑ کی اولاد کی محبت جاگزیں تھی لیکن اس اقدام سے اور محکم ہوگئی۔

سبزوار

سبزوار ایران کے قدیم اور مشہور ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ قدیم الایام ہی سے مردم خیز و زرخیز رہا ہے۔ اس کے شمال میں اسفراین جنوب میں کاشمر، مشرق میں نیشاپور اور مغرب میں شاہرود واقع ہے۔ مذکورہ شہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ صوبۂ خراسان میں آبادی اور تجارت کے لحاظ سے مشہد کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ یہاں کی آب و ہوا معتدل رہتی ہے البتہ گرمی بھی اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ اس شہر کی سرزمین نے بہت سے نامور علماء پیدا کئے اور بہت سوں کو اس کی خاک امانت کے طور پر اپنے سینہ میں سمائے ہوئے ہے۔ کچھ ائمہ کی اولاد کے مرقد بھی ہیں۔ یہاں کی قدیم ترین عمارتوں میں سے جامع مسجد ہے۔ آٹھویں صدی سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مسجد مذکورہ بیہق روڈ پر واقع ہے۔

چند مشہور مرقد حسب ذیل ہیں:

۱۔ شعیب بن موسیٰ بن جعفر ماضی میں آپ کا مقبرہ سبزوار سے باہر تھا لیکن اب شہر میں خیابان طبرسی پر واقع ہے اور دوستداران آل رسولؐ کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

۲۔ یحیٰی بن موسیٰ بن جعفر، آپ کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ تاریخ بیہقی میں مرقوم ہے کہ یحییٰ بن زید بن زین العابدینؑ بن الحسینؑ بن امیرالمومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ جب ان کے والد زید معرکہ میں شہید ہو گئے تو آپ جان بچاکر سبزوار شہر میں پہنچے تھے اور اس جگہ ٹھہرے تھے جہاں مسجد شادان واقع ہے۔ آپ کا مقبرہ سبزوار کے بازار میں واقع ہے اور اہل دل کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔

۳۔ فضل بن زید، آپ کا مقبرہ دروازہ ارگ کے پاس واقع ہے ایک کمرہ ہے اندر قبر پر ایک چوبی ضریح نصب ہے۔

دانشور

۱۔ ابوالحسن بیہقی۔ آپ کی جائے ولادت و آرام گاہ ششتمد میں ہے، آرام گاہ جدید طرز پر بنائی گئی ہے۔ اسی میں ایک کتب خانہ بھی ہے جس سے ادب دوست حضرات استفادہ کرتے ہیں۔

۲۔ **فلاسفر مشرق حاج ملا ہادی سبزواری**، صاحب منظومہ کی آرام گاہ فلکہ کارگر پر واقع ہے۔ آپ اپنے ہی گھر میں دفن ہوئے تھے اس عمارت میں طلبہ کے لئے کچھ کمرے بھی بنائے گئے ہیں۔ اطراف میں چمن کیاریاں ہیں۔

۳۔ ملا حسین کاشفی۔ آپ کا مقبرہ خیابان خواجہ نظام الملک کے کنارے پر واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ان کا اصلی مقبرہ نہیں ہے بلکہ انکی

یاد زندہ رکھنے کے لئے مقبرہ کی ایک شکل بنا دی گئی ہے۔

۴۔ مرحوم سید نظام العلماء سبزواری ۔ آپ سبزوار کے عظیم اور نقاد شعراء میں سے ایک تھے۔

۵۔ ابن ابی الطیب ۔ آپ کا مقبرہ شہر سبزوار کے محلہ سبز میں واقع ہے۔

مساجد

۱۔ مسجد آدینہ ۔ یہ بیہق سڑک پر واقع ہے اس کو پامنار بھی کہتے ہیں۔

۲۔ منارہ خسرو گرد ، یہ چھٹی صدی ہجری کے میناروں میں سے ایک ہے۔ تقریباً ۲۸ میٹر اونچا ہے۔ یہ سبزوار سے شاہرود جانے والی سڑک پر شہر سے آٹھ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شہر نیشاپور

نیشاپور بھی ایران کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ ساسانی بادشاہوں کے سلسلہ کے شاپور اول یا شاپور دوم کے نام پر بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے زمانہ قدیم میں یہی خراسان کا مرکز تھا اور تجارت وصنعت گری کے لحاظ سے اہمیت کا حامل تھا۔ مذکورہ شہر بھی جنگ وجدال کی زد میں آیا اور کئی بار کھنڈر میں تبدیل

ہوا پھر آباد ہوا اور کبھی علم و علماء کا مرکز بنا کبھی ان کے وجود سے خالی ہوا لیکن یہ مصائب و آلام برداشت کرتا رہا اور آج تک باقی ہے۔ اس کی بنا کے سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ یہ تیسری صدی عیسوی میں آباد ہوا۔

اس سرزمین سے بھی بہت سے نامور علماء پیدا ہوئے اور بہت سے اسی کی خاک کے پردے کے نیچے آرام کر رہے ہیں، بعض امام زادوں کے مقبرے بھی ہیں:

۱۔ محمد محروق بن علی بن الحسین: اس بقعہ کی تعمیر سلطان حسین کے زمانہ میں اور ایوان کی تعمیر شاہ طہماسب صفوی کے زمانہ میں ہوئی۔ مقبرہ شہر نیشاپور مشرقی جنوب میں واقع ہے۔

۲۔ عمر خیام نیشاپوری کی آرام گاہ امام زادہ محمد کے باغ میں آپ کے مقبرہ سے دس میٹر کے فاصلہ پر مشرق کی سمت واقع ہے۔

۳۔ فرید الدین عطار معروف بہ شیخ عطار بہت بڑے عارف و شاعر تھے ۶۲۷ھ ق میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ آپ کا مقبرہ نیشاپور کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مشہور ہے کہ شاہ قاچار کے زمانہ میں اس کے حکم سے یہ مقبرہ تعمیر ہوا تھا۔ آپ نے توحید و معارف کے موضوع پر بہت سے اشعار کہے ہیں۔ "منطق الطیر" اور "مصیبت نامہ" آپ کی مشہور کتاب ہے۔

۴۔ فضل ابن شاذان ابو محمد کا مقبرہ شہر نیشاپور کے مشرق میں واقع ہے۔ آپ شیعوں کے بڑے علماء میں سے ایک تھے اور فقہ و حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی لیکن مدتوں تک

آپ کے مقبرہ پر عمارت نہ تھی ۱۳۲۲ھ میں اہل نیشاپور نے اس کی تعمیر کا کام شروع کیا۔

۵۔ **جامع مسجد** - نیشاپور کی قدیم ترین عمارتوں میں شمار ہوتی ہے اس کو علی پہلوان گرجی ابن بایزید نے ۸۹۹ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

۶۔ صاحب مستدرک حاکم ایسے جلیل القدر محدث و علما اسی نیشاپور کی سرزمین سے ابھرے ہیں کہ جن کا تعارف کرانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

۷۔ **قدم گاہ** : نیشاپور سے مشہد کو جانے والی سڑک سے دور ایک گنبد دکھائی دیتا ہے۔ یہ گیارہویں صدی ہجری کے آثار میں سے ایک ہے اس میں ایک پتھر پر دو قدموں کے نشان ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ رضاؑ کے نقش قدم ہیں۔

مشہد مقدس

مشہد مقدس صوبۂ خراسان کا مرکز ہے اگرچہ یہ شہر دسیوں صدی پرانا ہے لیکن امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے قبل وہ صرف دیہات تھا جس کو "سناآباد" کہتے تھے۔ البتہ اس زمانہ میں یہ سرسبز علاقہ تھا جب ہارون رشید نے خراسان پہنچ کر وہاں کی شورش پر قابو پالیا اور قدم جمالئے تو اس نے یہ خوش منظر علاقہ اپنے مقرر کردہ حاکم اور رازدان حمید بن قحطبہ کو دیدیا۔ اس نے وہاں کئی کمروں پر مشتمل ایک عمارت بنوائی کہ جس میں خلیفۂ وقت

بھی تفریح کے لئے جا کر عیش کوشیوں میں مشغول ہوتا تھا۔ ہارون رشید کو مامون نے بعد میں اسی عمارت کے ایک سرداب میں دفن کیا اور اس کے اوپر ایک گنبد بنوا دیا۔

امام رضا علیہ السلام کو شہید کرنے کے لئے مامون نے اسی جگہ کو موزوں سمجھا کیونکہ وہ آپ کو کسی دوسرے سے شہید کرا کے بدنام ہونے سے بچنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس منصوبہ کے تحت مامون نے امام رضا علیہ السلام کو اس عمارت میں زہر دغا سے شہید کر دیا اور خود عزادار بن گیا لیکن خون پر خون ہے چھپانے سے نہ چھپا اور ہزار پردہ پوشیوں کے باوجود قاتلِ امام خود کو نہ چھپا سکا اور تاریخ نے قیامت تک کے لئے قتل رضاؑ کا طوق مامون کی گردن میں ڈال دیا۔ اور اس کی ساری بیش بندیاں بیکار گئیں۔

وجہ تسمیہ

شہادت امام رضا علیہ السلام سے پہلے وہاں سناآباد نام کا ایک گاؤں آباد تھا، اور ہارون رشید کی قبر پر ایک گنبد بنا ہوا تھا جو کہ قبہ ہارونی کے نام سے مشہور تھا لیکن جب مامون نے شہید کر کے امام رضاؑ کو اسی — قبہ — میں دفن کر دیا جس میں اس کا باپ ہارون رشید دفن تھا تو اس جگہ کا نام مشہد — یعنی شہادت گاہ — پڑ گیا اور قبہ ہارونی کی بجائے مشہد رضاؑ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آل رسولؐ سے عقیدت و محبت رکھنے والے پروانہ وار، مرقد امام رضاؑ کا طواف کرنے لگے۔

آج بحمد اللہ مشہد کی آبادی بیس لاکھ ہے اور اس کی تجارت، سیاحت اور مذہبیت کی زمانہ میں دھوم ہے۔

حرم مطہر

حرم مطہر اور اس کی چاروں سمتوں میں بنی ہوئی عمارتیں اسلامی فن تعمیر کی حیرت انگیز مثال پیش کرتی ہیں۔ حرم کے در و دیوار کی تعمیر میں فنکارانہ صلاحیتوں کو کام میں لایا گیا ہے۔ بار بار دیکھنے کے بعد بھی انسان اس کے خدوخال سے صحیح معنوں میں واقف نہیں ہو پاتا ایرانی فنکاروں کی عظمت ہنر پر انگشت بدندان رہ جاتا ہے۔ حرم مطہر کا مربع علاقہ شہر کے وسط میں ایک جزیرہ نما معلوم ہوتا ہے کہ جس کی تعمیر و توسیع کا کام بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ نئے زاویوں کے تحت عمارت بنائی جا رہی ہے، راستوں کو اس نہج سے نکالا جا رہا ہے کہ جس سے پیدل چلنے والا سواری کے لئے اور سواری پیدل چلنے والوں کے لئے مزاحمت کا باعث نہ ہو۔

حرم امام رضاؑ میں مسجد گوہر شاد، چھ بڑے صحن، دو اسلامی مدرسے، ایک اسلامی یونیورسٹی، دو بڑے کتب خانے اور دو عجائب خانے ہیں، ایک میں آثار قدیمہ اور قیمتی اثاثہ کی نمائش اور دوسرے میں قرآن مجید سے متعلق اشیاء محفوظ ہیں۔

کتب خانے

۱۔ آستانۂ قدس کا جدید و عظیم الشان کتب خانہ ہے کہ جس میں دس لاکھ

سے زیادہ مجلد کتابوں کی گنجائش ہے۔ یہ جدید نہج پر بنایا گیا ہے اور اسلامی کتب خانوں میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں وافر مقدار میں نایاب قلمی نسخے موجود ہیں۔

۲۔ دوسرا کتب خانہ گوہر شاد ہے حرم کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور شائقین حضرات اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

مہمان سرا

حرم کے شمال مشرق میں امام رضا کا مہمان خانہ ہے۔ اس میں زائرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے، چونکہ امام کی زیارت کو بڑی تعداد میں زائرین آتے ہیں اور سب ہی اس شفابخش خوان سے کھانا تناول کرنا چاہتے ہیں لہٰذا زائرین کو ایک مرتب قواعد وضوابط کے تحت کھانا کھلایا جاتا ہے کہتے ہیں کہ روزانہ پانچ ہزار سے زائد زائرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

یونیورسٹی

مہمان خانہ کے پہلو ہی میں یونیورسٹی ہے کہ جس میں کلاسیکی اور دینی مدارس کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ مذکورہ یونیورسٹی میں ملکی اور غیر ملکی طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ اس یونیورسٹی کا مقصد ایسے دانشور اور اسلام شناس افراد پیدا کرنا ہے جو کہ دنیا کی کثیر الاستعمال زبانوں سے بھی واقف ہوں۔ "دارالشفاءِ امام" کے نام سے ایک ہسپتال بھی ہے۔

مشہد کے مزار اور مذہبی و تاریخی آثار

شیخ بہائی : بہاء الدین محمد عاملی ۱۷ ذی الحجہ ۹۵۲ھ کو بعلبک میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علیؑ کے مشہور صحابی حارث ہمدانی تک پہنچتا ہے۔ سات سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ ایران آئے ایک مدت تک شاہ عباس صفوی کے وزیر رہے، ایران کی ثقافت و سیاست میں آپ کا کافی دخل تھا۔ ۱۲ شوال ۱۰۳۱ھ کو اصفہان میں وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ حرم امام رضاؑ کے جنوب مشرق میں رواقِ شیخ بہائی کے اندر واقع ہے۔ اہل دل اور عقیدت مند زیارت و فاتحہ کے لئے جاتے ہیں۔

شیخ حر عاملی : محدث و فقیہ محمد بن حسن بن علی بن محمد بن حسین حر عاملی، صاحب وسائل الشیعہ و جواہر السنیہ بروز جمعہ ۸ رجب ۱۰۳۳ھ کو جبل عامل کے مشغر گاؤں میں پیدا ہوئے اور ۲۱ رمضان ۱۱۰۴ھ میں انتقال کیا آپ کا مقبرہ صحن انقلاب کے شمالی گوشہ میں واقع ہے ایک قول کے مطابق ولادت ۱۰۳۲ھ اور وفات ۱۰۹۴ھ میں ہوئی۔

شیخ طبرسی : فضل بن حسن طبرسی مشہدی صاحب تفسیر مجمع البیان متوفی ۵۴۸ھ، سبزوار کے مشہور مدرسین میں سے تھے آپ کا مقبرہ حرم امام رضا علیہ السلام کے فلکہ کے شمالی گوشہ میں ہے اور آپ کی قبر کے قریب سے گزرنے والی سڑک زمانہ قدیم ہی سے آپ کے نام سے منسوب ہے۔

آپ ہی کے بارے میں صاحب روضات نے صاحب ریاض سے نقل کیا ہے کہ شیخ طبرسی کو سکتہ ہوگیا تھا، لوگ سمجھے کہ انتقال کرگئے۔ لہٰذا انہوں نے غسل وکفن دیکر دفن کردیا۔ جب شیخ کو سکتہ سے افاقہ ہوا تو خود کو قبر میں پایا لیکن اس سے نکلنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آسکا تو یہ نذر کی "اگر میں قبر سے زندہ نکل جاؤں گا تو قرآن کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک کتاب لکھوں گا۔ اتفاقاً کفن چور نے آپ ہی کی قبر کو کھولا۔ شیخ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو کفن چور کے ہوش اڑ گئے، شیخ نے کہا: گھبراؤ نہیں، میں زندہ ہوں، مجھے سکتہ ہوگیا تھا، لوگ یہ سمجھ کر کہ انتقال ہوگیا لہٰذا مجھے دفن کرکے چلے گئے اور مجھ میں قبر سے نکلنے اور گھر تک جانے کی طاقت نہیں ہے۔ تم مجھے گھر تک پہنچا دو۔ نباش نے گھر تک پہنچا دیا تو شیخ نے انھیں بہت زیادہ انعام دیا، اس کے بعد انہوں نے مجمع البیان ایسی وقیع کتاب تالیف کی۔[1]

خواجہ ربیع: مشہد کے متبرک مقامات میں سے ایک خواجہ ربیع کا مقبرہ ہے آپ تابعین میں سے تھے اور بہت بڑے زاہد تھے۔ اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی فوج کے سردار تھے۔ ایک مدت تک رَے کے حاکم رہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے یہی زھد میں حد سے گزر گئے تھے۔ کچھ صاحبان نظر نے ان کی بیان کردہ احادیث وروایات

---

[1] روضات الجنات، تاریخ بیہقی در رجال اسلام

ہیں بھی خدشہ کا اظہار کیا ہے۔[1]

آپ کا مقبرہ مشہد کے شمال مغرب میں شہر سے چھ کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک باغ میں ۱۸ میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ مقبرہ پر گنبد بنا ہوا ہے

خواجہ اباالصلت : ابو الصلت ہروی امام رضاؑ کے خادم تھے۔ خواجہ اباالصلت کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ان رواۃ میں سے ایک تھے جو کہ مؤلف بھی تھے۔ ان کی عظمت و جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ اکثر لوگوں نے انھیں شیعہ اور ابو جعفر طوسی نے سنی لکھا ہے جبکہ کشّی نے انھیں شیعہ ثابت کیا ہے۔

صاحب "میزان الاعتدال" لکھتے ہیں عبدالسلام بن صالح ابوالصلت نیک منش انسان تھے مگر شیعہ تھے۔ ابن جوزی نے انھیں امام رضاؑ کا خادم تحریر کیا ہے، آپ نے امامؑ کی وفات کے سلسلہ میں ایک کتاب تألیف کی ہے۔

ابن جوزی نے تین شہر قم، سمنان اور مشہد میں ان کا مزار بیان کیا ہے لیکن ظن غالب یہ ہے ان کا مزار وہی ہے جو کہ مشہد میں ان ہی کے نام سے مشہور ہے ان کا مقبرہ مشہد کے جنوب مشرق میں سڑک کے کنارے واقع ہے۔

خواجہ مُراد : ہرثمہ بن اعین، المعروف بہ خواجہ مراد نے ۲۱۰ھ

[1] ملاحظہ فرمائیں محدث نوری روایت نور

میں انتقال کیا امام رضا علیہ السلام کے خواص میں سے تھے خواجہ اباالصلت کے مقبرہ سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر پہاڑ کے دامن میں آپ کا مقبرہ ہے۔

گنبد خشتی : اس مقبرہ میں امام زین العابدین کے بیٹے محمد مدفون ہیں۔ چونکہ یہ گنبد اینٹوں سے بنایا گیا تھا اس لئے گنبد خشتی کے نام سے مشہور ہوا، اس کا طرز تعمیر صفوی دور کی تعمیروں سے ملتا ہے یہ مقبرہ خیابان طبرسی پر واقع ہے۔

پیر پالان دوز : شیخ محمد عارف اپنے زمانہ کے بڑے اور شہرت یافتہ عبادت گزار تھے۔ آذوقہ کی فراہمی کے لئے پالان دوزی کا کام کرتے تھے چنانچہ اسی پیشہ کے نام سے شہرت پائی۔ ۹۸۵ھ میں انتقال کیا۔ اس وقت فلکۂ امام رضاؑ کے شمال مشرق میں آپ کا مقبرہ ہے۔ اس عمارت کی تعمیر کا آغاز سلطان محمد خدابندہ کے زمانہ میں ہوا۔ بعد میں آستانۂ امام رضاؑ کی طرف سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔

گنبد سبز : یہ عمارت خیابان آخوند خراسانی کے وسط میں واقع ہے اور چونکہ اس کا رنگ فیروزی ہے۔ اس لئے گنبد سبز کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں شیخ محمد مومن عارف استرآبادی متوفی ۹۰۴ھ ق کی قبر ہے۔ طب کی مشہور کتاب "تحفۂ حکیم مومن" ان ہی کی تصنیف ہے۔ یہ عمارت ۱۰۱۱ھ ق میں شاہ عباس صفوی کے حکم سے بنائی گئی تھی، کافی دنوں تک صوفیوں کی خانقاہ رہی ہے۔

مصلائے مشہد : یہ حرم مطہر سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر

مشرق میں واقع ہے یہ عمارت شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ میں بنائی گئی تھی زمانۂ قدیم میں مذہبی عیدوں کے پروگرام اسی میں منعقد ہوتے تھے۔ اندر یہ تاریخ تعمیر مرقوم ہے ۱۰۸۶ھ ق

مسجد ہفتاد و دو تن: یہ حرم مطہر کے جنوب مغرب میں بازار بزرگ میں واقع ہے۔ اس کا گنبد پندرھویں صدی عیسوی کا بنا ہوا ہے حرم کے فلکہ سے دکھائی دیتا ہے۔

حوزۂ علمیۂ امام رضاؑ

دانش گاہ علوم اسلامی رضوی

چند ایک مدارس کے مجموعے کو "دانشگاہ علوم اسلامی رضوی" کہا جاتا ہے۔ یہ دانشگاہ مدرسۂ خیرات حسان، مدرسہ میرزا جعفر اور خود دانشگاہ کی جدید عمارت پر مشتمل ہے۔ یہ عمارت اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد مدرسہ خیرات حسان اور مدرسہ میرزا جعفر کے شمال میں تعمیر کی گئی ہے۔

مذکورہ عمارت میں دو سو پچاس کمرے ہیں۔ سات مدرس ہیں ایک بڑا کتب خانہ ہے۔ ایک ہال ہے، جسمیں کانفرنس وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مدرسۂ مذکورہ حرم مطہر کے صحن کہنہ کے شمال میں واقع ہے

anjumhasnain2008@yahoo.com

مدرسۂ میرزا کی بنیاد ۱۰۵۹ھ میں رکھی گئی تھی، اس کے بانی ناصر الدین شاہ قاچار ہیں۔

مدرسۂ دو در

مدرسۂ دو در کی بنیاد ابی المظفر شاہ رخ کے عہد میں رکھی گئی تھی۔

مدرسۂ فاضل خان

اس مدرسہ کی بنیاد شاہ سلیمان صفوی کے زمانہ میں رکھی گئی تھی عرصۂ دراز کے بعد جب اس کی عمارت منہدم ہو گئی تو اسی جگہ دانشکدۂ علوم معقول و منقول تعمیر کر دی گئی۔

مدرسۂ نواب

کہتے ہیں کہ یہ مدرسہ صدر الممالک نے ۱۰۸۶ھ ق میں تعمیر کرایا تھا۔

مدرسۂ امام محمد باقرؑ

یہ مدرسہ شاہ سلیمان کے زمانہ میں تعمیر ہوا تھا۔ آج کل اس میں غیر ملکی طلبہ بھی زیر تعلیم ہیں اور دور حاضر کی تمام سہولتیں فراہم ہیں۔

مدرسۂ سلیمان خان

یہ مدرسہ فتح علی شاہ قاچار کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا۔

مدرسۂ نو

یہ مدرسہ جامع گوہر شاد کے جنوب میں واقع ہے۔

مدرسۂ مدینۃ العلم

مدرسۂ مذکورہ آیت اللہ العظمی سید ابوالقاسم خوئی طاب ثراہ کے حکم سے تعمیر ہوا ہے۔ بہترین مدرسہ ہے اچھے اساتذہ اس میں تعلیم دے رہے ہیں۔ اس مدرسہ میں تمام سہولتیں فراہم ہیں۔

نوٹ :

اس کتاب کی تالیف میں ہم نے درج ذیل کتب سے

زیادہ استفادہ کیا ہے :

۱۔ اصول کافی

۲۔ عیون اخبار الرضاؑ

۳۔ الفتوح ۔ اعثم کوفی

۴۔ زندگی سیاسی ہشتمین امام ۔ جعفر مرتضیٰ عاملی

۵۔ تاریخ آستان قدس رضوی ۔ عطاردی

۶۔ موسوعۃ العتبات المقدسہ قسم خراسان ۔ جعفر الخلیلی

۷۔ تاریخ بیزدار

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷-۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران